جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِّیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ
القران الحکیم ۱۲:۶۵

النور

امان ۱۳۸۵ ہش
مارچ ۲۰۰۶ء

مسیح موعود نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دورہ بھارت کے دوران

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے دورہ بھارت کے چند مناظر

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (12:65)

النــــور

مارچ 2006

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

اِنَّکَ اَنْتَ مِنِّی الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ۔ وَاُرْسِلْتَ لِیُتِمَّ مَاوَعَدَ مِنْ قَبْلُ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ۔ اِنَّ وَعْدَہٗ کَانَ مَفْعُوْلًا وَّھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ۔

(انجامِ آتھم صفحہ80)

تُو ہی میری طرف سے مسیح ابن مریم ہے اور اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تا وہ جو وعدہ تیرے ربّ اکرم نے پہلے سے کیا ہوا تھا وہ پورا ہو۔ اس کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے اور وہ سب سے بڑھ کر سچا ہے۔

نگرانِ اعلیٰ: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

فہرس

قرآن کریم

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًاۙ

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًاۙ

(الجنّ:27-28)

ترجمہ: وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ پس یقیناً وہ اس کے آگے اور اُس کے پیچھے حفاظت کرتے ہوئے چلتا ہے۔

تفسیر: مندرجہ بالا آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدّث داخل ہیں۔(آئینہ کمالاتِ اسلام) لَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا O اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی خدائے تعالیٰ کھلے کھلے طور پر کسی کو اپنے غیب پر بجز رسولوں کے نبی یعنی بجز اُن لوگوں کے جو وحی ولایت کے ساتھ مامور ہوا کرتے ہیں اور منجانب اللہ سمجھے جاتے ہیں مطلع نہیں کرتا۔

(الحق لدھیانہ صفحہ 117)

مکذّبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے خدا ان کو نہ قرآن کا نور دکھلائے گا نہ بالمقابل دعا کی استجابت جو اعلام قبل از وقت کے ساتھ ہو اور نہ امورِ غیبیہ پر اطلاع دے گا لَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًاO اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔

(ضمیمہ انجامِ آتھم صفحہ 19 حاشیہ)

کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسول کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدّث اور مجدّد ہوں۔

(ایّام صلح صفحہ 171 حاشیہ)

یہ آیت علمِ غیب صحیح اور صاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 29 حاشیہ)

استجابتِ دعا کے ساتھ اگر حسبِ مراد کوئی امرِ غیب خدا تعالیٰ کسی پر ظاہر کرے اور وہ پورا ہو جائے تو بلاشبہ اُس کی قبولیت پر ایک دلیل ہوگی اور یہ کہنا کہ

نجومی یا رمّال اس میں شریک ہیں یہ سراسر خیانت اور مخالفِ تعلیمِ قرآن ہے۔کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاO اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ .

(نشانِ آسمانی صفحہ 32حاشیہ)

غیب کو چُنے ہوئے فرستادوں کے سوا کسی پر نہیں کھولا جاتا۔

(سراجِ مُنیر صفحہ51)

آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ۔۔۔کھلی کھلی پیشگوئی صرف خدا کے مُرسلوں کو دی جاتی ہے نہ منجّموں سے ہو سکتی ہے نہ دجّالوں سے۔

(حُجّة الله صفحه 6)

قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علومِ غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاO اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے۔پس مصفّٰی غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔

(ایک غلطی کا ازاله صفحه6حاشیه)

نبی کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیبِ مصفّٰی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔اور یہ آیت روکتی ہے لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاO اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کی رُو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ اُمّت مکالمات ومخاطباتِ الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے وہ دوسروں کو بھی ہو سکتے ہیں اور اکثر ان میں مُہمل اور متشابہ الہام ہوتے ہیں۔پس اسی مقابلہ سے برگزیدے لوگ شناخت کئے جاتے ہیں۔یاد رہے کہ اس آیت کی رُو سے اس بات کا جواز پایا جاتا ہے کہ وہ الہامی پیشگوئیاں جو اس آیت کی منشاء کے مطابق کھلی کھلی نہ ہوں اور نیز اپنی مقدار میں انسانوں کی معمولی حالت سے بڑھ کر نہ ہوں اور متشابہات کا حصہ اُن پر غالب ہو ایسی الہامی پیشگوئیاں اور ایسے الہام اُن لوگوں کو بھی ہو سکتے ہیں جو خدا کے برگزیدہ نہیں ہیں اور معمولی انسانوں میں سے ہیں پس برگزیدوں کی شناخت کے لئے قرآن شریف میں بھی یہی معیار ہے کہ ان کی الہامی پیشگوئیوں میں متشابہات کا حصہ کم ہو اور اپنی کثرت اور صفائی میں اس درجہ پر ہوں کہ دُنیا میں کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکے ورنہ اس آیت کی رُو سے ایک فاسق کو بھی الہام ہو سکتا ہے جو اس درجہ پر نہیں ہے۔مثلاً نظیر کے طور پر ہم بیان کرتے ہیں کہ براہین احمدیہ کی یہ پیشگوئی کہ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ جس پر چھبّیس برس گزر چکے ہیں ایسے کھلے کھلے طور پر پوری ہوئی ہے کہ نہ ایک دفعہ بلکہ لاکھوں دفعہ اس نے اپنی سچائی ثابت کر دی ہے جس میں تائیدات اور نصرتِ الٰہی بھری ہوئی ہے۔پس ایسی پیشگوئی بجز خدا کے کسی برگزیدہ کے دوسروں سے ہرگز ظہور میں نہیں آسکتی اگر آسکتی ہے تو کوئی اس کی نظیر پیش کرے۔

(تتمه حقيقة الوحی صفحه 166حاشیه)

حدیث مبارکہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃْ وَیُصَدِّقُہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَجْمَعُ اَصْحَابَہٗ مِنْ اَقْصَی الْبِلَادِ عَلٰی عِدَّۃِ اَھْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِائَۃٍ وَثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا وَمَعَہٗ صَحِیْفَۃٌ مَخْتُوْمَۃٌ فِیْھَا عَدَدُ اَصْحَابِہٖ بَاَسْمَآئِھِمْ وَبِلَادِھِمْ وَخِلَالِھِمْ.

(کذافی الاربعین جواھر الاسرار قلمی صفحہ 56مصنفہ حضرت شیخ علی حمزہ بن علی الملک الطوسی ارشادات فریدی جلد3صفحہ 70مطبوعہ عام پریس آگرہ 1330ھجری)

صاحب جواہرالاسرار لکھتے ہیں کہ اربعین میں یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔مہدی ایک ایسے گاؤں سے مبعوث ہوگا جس کا نام ''کدعہ'' [1] ہوگا۔اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق میں نشان دکھائے گا۔اور بدری صحابہ کی طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے تین سوتیرہ 313 جلیل القدر صحابہ اسے عنایت فرمائے گا۔جن کے نام اور پتے ایک مستند کتاب میں درج ہوں گے۔

([1] غالباً قادیان کی طرف اشارہ ہے)

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَایَزْدَادُ الْاَمْرُاِلَّا شِدَّۃً وَلَا الدُّنْیَااِلَّااِدْبَارًا وَلَاالنَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُاِلَّاعَلٰی شِرَارِ النَّاسِ وَلَاالْمَھْدِیُّ اِلَّاعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ.

(ابن ماجہ باب شدۃ الزمان صفحہ 257مصری مطبہ علمیہ1313ھ کنزالعمال صفحہ186/7)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: معاملات شدت اختیار کرتے جائیں گے، دنیا پر ادبار چھا جائے گا لوگ بخیل ہوجائیں گے۔شریر لوگ قیامت کا منظر دیکھیں گے۔ایسے ہی نازک حالات میں اللہ تعالیٰ کا مامور ظاہر ہوگا۔عیسیٰؑ کے سوا اور کوئی مہدی نہیں (یعنی مسیح ہی مہدی ہوں گے کیونکہ مہدی کا کوئی الگ وجود نہیں ہے۔)

(تبصرہ: ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ ہی مسلمانوں کا امام اور مہدی ہے اور مہدی کے متعلق مسلم ہے کہ وہ امت محمدیہ کا فرد ہے اس لئے عیسیٰ سے مراد بھی ایسا ہی شخص ہے جو اُمتِ محمدیہ میں پیدا ہوگا اس سے عیسیٰ رسول اِلٰی بنی اسرائیل مراد نہیں گویا عیسائیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہونے کی وجہ سے آنے والے موعود کو عیسیٰ کہا گیا ہے اور مسلمانوں کی اصلاح کی ذمہ داری سنبھالنے کی وجہ سے اس کا نام مہدی رکھا گیا ہے۔حدیقۃ الصّالحین صفحہ784)

ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اُن میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہوجاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا

یاد رکھنا چاہیئے کہ۔۔۔وعید کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے ضروری نہیں کیونکہ وہ کسی بلا کے نازل ہونے کی خبر دیتی ہیں اور باتفاق ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کے ہر ایک بَلا صدقہ اور خیرات اور دُعا اور تضرّع اور زاری سے ردّ ہو سکتی ہے۔ یہ بات ایک ادنیٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب ایک بلا جس کے نازل کرنے کا ارادہ خدا نے فرمایا ہے خدا کے علم تک ہی محدود رہے اور کسی نبی کو اس سے اطلاع نہ دی جائے تو وہ صرف بَلا کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ اور جب نبی کو اس بلا سے اطلاع دی جائے تو پھر وہی بلا وعید کی پیشگوئی کہلاتی ہے۔ پس اگر بہرحال وعید کی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ بہرحال بلا کا نازل ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ بَلا صدقہ خیرات اور دعا وغیرہ سے ردّ ہو سکتی ہے اور اس پر کُل انبیاء کا اجماع ہے۔ پس یہ کمینہ حملے جو یہ لوگ مولوی کہلا کر میرے پر کرتے ہیں یہ سخت حیرت کا موجب ہے اور تعجب آتا ہے کہ کیا یہ لوگ کبھی قرآن شریف بھی نہیں پڑھتے اور کیا کبھی حدیثوں کو نہیں دیکھتے۔ کیا ان کو یونس نبی کی پیشگوئی بھی معلوم نہیں جس کا مفصل قصہ کتاب دُرِ منثور میں بھی مذکور ہے جس کے ساتھ کوئی شرط موجود نہ تھی لیکن پھر بھی توبہ کرنے سے وہ سب لوگ عذاب سے بچائے گئے اور یونس باوجودیکہ خدا کا نبی تھا جب اُس کے دل میں گزرا کہ میری پیشگوئی کیوں نہیں پوری ہوئی اور کیوں وہ لوگ ہلاک نہیں کئے گئے تو تنبیہہ کے طور پر اُس پر عذاب نازل کیا گیا۔ اور اُس نے اس اعتراض کی وجہ سے بڑے بڑے دکھ اُٹھائے اور پھر جبکہ اس پاک دل نبی نے اس اعتراض کی وجہ سے اتنے دکھ اٹھائے تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شرطی پیشگوئیوں کی نسبت بار بار اعتراض کرتے ہیں اور باز نہیں آتے۔ اگر ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا تو یونس کی پیشگوئی سے کوئی سبق حاصل کرتے اور اتنی زبان درازی اور شوخی نہ دکھلاتے اور اگر کچھ تقویٰ کا تخم ان کے اندر ہوتا تو یہ لوگ سوچتے کہ جن پیشگوئیوں پر انہوں نے اعتراض کیا ہے وہ تو صرف دو تین ہیں اور انکے مقابل پر وہ پیشگوئیاں جو اپنی سچائی دکھلا کر ان کے مُنہ پر طمانچے مار رہی ہیں تو وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچ گئی ہیں۔ یہ تو سوچنے کا مقام تھا کہ کثرت کس طرف ہے۔ کیا وہ اس بات کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ جس قسم کا کوئی اعتراض انہوں نے ان پیشگوئیوں کی نسبت یا کسی اجتہادی غلطی کی نسبت کیا ہے دوسرے انبیاء کی پیشگوئیوں میں اُن کی نظیر نہیں پائی جاتی؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ قطع نظر دوسرے انبیاء کے خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب نبیوں سے افضل اور اعلیٰ اور خاتم الانبیاء تھے اس قسم کی اجتہادی غلطی سے محفوظ نہیں رہے کیا حدیبیہ کا سفر اجتہادی غلطی نہ تھا۔ کیا یمامہ یا ہجر کو اپنی ہجرت کا مقام خیال کرنا اجتہادی غلطی نہ تھی۔ اور بھی اجتہادی

غلطیاں نہ تھیں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے۔ پس اس قسم کے کمینے حملے جن کے دائرہ کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آجاتے ہیں کسی مسلمان کا کام نہیں بلکہ ان لوگوں کا کام ہے جو درحقیقت اسلام کے دشمن ہیں۔ اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ اُن کا سراسر افتراء ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رُو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمّتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ ومخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدّد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس اُمّت کے بعض افراد مکالمہ ومخاطبہ الٰہیّہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔ اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسٰی اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ ومخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدًا اِلّا مَنِ ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اُس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ **اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی** اگر کوئی منکر ہو تو بارِ ثبوت اس کی گردن پر ہے۔

غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے **مَیں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرتِ وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط اُن میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ اور امورِ غیبیہ سے حصہ پالیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے** اور یاد رہے کہ ہم نے محض نمونے کے طور پر چند پیشگوئیاں اس کتاب میں لکھی ہیں مگر دراصل وہ کئی لاکھ پیشگوئی ہے جس کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔ اب ہم اسی قدر پر کتاب کو ختم کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے چاہتے ہیں کہ اپنی طرف سے اس میں برکت ڈالے۔ اور لاکھوں دلوں کو اس کے ذریعہ سے ہماری طرف کھینچے۔ آمین۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی صفحہ 389-391)

کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

روضہء آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

وہ خدا جس نے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دِیا
زیورِدیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سُنار

یہ کرم مُجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مُجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمہءِ توحیدِ پاک
تا لگاوے ازسرِنو باغِ دیں میں لالہ زار

دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
پھر اگر قُدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار

خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
اِن دنوں میں جب کہ ہے شورِ قیامت آشکار

ایک طُوفاں ہے خُدا کے قہر کا اب جوش پر
نوحؑ کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

صِدق سے میری طرف آؤ اِسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حِصار

پُشتیِ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دُشمن تا بفرقِ ایں جدار

جاہلوں میں اِس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار

کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب ان کو کیا اپنا شکار

اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دوسری قوّت کہاں گم ہوگئی اے ہوشیار

میں اگر کاذب ہوں کذّابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عُذر ہے روزِ شمار

اس تعصّب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نُورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

خطبہ جمعہ

قادیان دارالامان سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا پہلا تاریخی خطبہ جمعہ

جوایم ٹی اے کے ذریعہ براہِ راست تمام دنیا میں نشر ہوا۔

آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اُس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ آپ میں سے ایک بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے یا اُن لوگوں کی نسل میں سے ہے جنہوں نے مسیحا پاک کی اس بستی کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے اس عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔

اس بستی کا ایک احمدی پر یہی حق ہے کہ صرف دنیا کو اپنا مقصود نہ بنائے بلکہ خدا سے تعلق بھی ایسا قائم ہو جو ہر دیکھنے والے کو نظر آئے۔ اور وہ تب نظر آئے گا جب دعاؤں اور استغفار اور اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف ہر ایک میں خاص توجہ پیدا ہوگی۔

فرمودہ مورخہ 16/ دسمبر 2005 بمقام مسجد اقصیٰ قادیان دارالامان (بھارت)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ O غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ O

آج محض اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے، اس کی دی ہوئی توفیق سے میں اس بستی سے، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بستی سے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور نمائندہ کے طور پر مخاطب ہوں۔ آج کا دن میرے لئے اور جماعت کے لئے دو لحاظ سے اہم ہے۔ ایک تو میرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خوبصورت اور روحانیت سے پُر بستی میں خلیفۃ المسیح کی حیثیت سے پہلی دفعہ آنا۔ اور دوسرے جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے یہ ایک عجیب خوشی اور روحانی سرور کا موقع ہے کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ایک اور نئی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے۔ گو کہ یہ الہام مختلف پہلوؤں سے بڑی شان کے ساتھ کئی دفعہ پورا ہو چکا ہے لیکن آج یہاں اس بستی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کرنے کا، وعدے کو پورا کرنے کا نشان دکھایا ہے۔ آج یہاں سے پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام براہِ راست دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہا ہے۔ یہ ایم ٹی اے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے ایک انعام کے طور پر جماعت کو عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدوں کا یہ ایک عظیم الشان ثمر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو بڑی شان کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ذریعہ بناتا رہا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ خالصتاً اللہ کے ہوتے ہوئے دعاؤں اور استغفار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرتے

رہیں۔

میں جب سے اس ملک بھارت میں آیا ہوں، مجھ سے کئی دفعہ یہ سوال پوچھا گیا ہے کہ اب آپ قادیان جارہے ہیں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ تو میرا جواب تو ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے ایک خاص تعلق ہے، ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں ان جذبات کی کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ایک دنیادار کا جذباتی تعلق تو ایک وقتی جوش اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا آپ سے روحانیت کا تعلق ہے۔ اس کے جذبات میں تلاطم یا جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتی اور نہ ہی وقتی اور عارضی ہونی چاہیئے۔ اس بستی میں داخل ہوکر جو روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے سب احمدیوں کو، یہاں آنے والوں اور رہنے والوں کو، اس لہر کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہیئے اور یہاں کے رہنے والوں کی تو سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوراں اور امام الزمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے ہیں۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد اُن لوگوں کی ہے یا اُن لوگوں کی نسل میں سے ہے جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کے لئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے اس عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔

جو درویشانِ قادیان یہاں رہے۔ ان میں سے اب جو موجود ہیں اکثر ایسی عمر کو پہنچ چکے ہیں جس عمر میں صحت کی وجہ سے اتنی فعال زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملتا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جو عمر کے ساتھ ساتھ ہے۔ پھر قادیان کی احمدی آبادی میں سے ایسے بھی ہیں جو مختلف جگہوں سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں ان میں سے بھی میرے خیال میں ایک بڑی تعداد اس لئے یہاں آئی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے، دین کی خدمت کریں گے۔ بہرحال ایک احمدی جب یہاں آیا اور یہاں رہا تو میں یہی حسنِ ظن رکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ہی انہیں یہاں کھینچ لایا ہوگا۔ آپ سے میں یہی کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ایک احمدی پر اس بستی کا یہی حق ہے اور ایک احمدی جو اس بستی میں رہتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ صرف دنیا کو اپنا مقصود نہ بنائیں۔ درویشوں کی نسلیں بھی اور نئے آنے والے بھی، سب یہ بات یاد رکھیں۔ خدا سے ایسا تعلق قائم ہو جو ہر دیکھنے والے کو نظر آئے۔ یہاں باہر سے آنے والے احمدیوں کو بھی اور غیروں کو بھی نظر آئے اور یہاں رہنے والے غیروں کو بھی نظر آئے۔ اور وہ تب نظر آئے گا جب ہر ایک میں دعائیں، استغفار اور پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ پیدا ہوگی۔

نیک نیتی سے کی گئی دعائیں اور استغفار یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والی ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ایسے پاک اور نیک لوگوں کو اپنے نشان بھی دکھاتا ہے۔ ان کو دینی لحاظ سے بھی اوپر لے کے جاتا ہے، ان کی دنیاوی ضروریات بھی پوری فرماتا ہے، ان کا خود کفیل ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کا اگر اپنے پیدا کرنے والے سے صحیح تعلق ہو، تو ان کے دل میں دنیاوی خواہشات بھی کم ہو جاتی ہیں۔ آج کل کے معاشرے میں ایک دوسرے کو دیکھ کر، آپس میں رابطے کی کثرت کی وجہ سے، میڈیا کی وجہ سے دنیاوی خواہشات ہی ہیں جو انسان کو دنیا کی طرف زیادہ مائل کردیتی ہیں۔ گھانا میں ایک دفعہ کسی نے مجھے کہا کہ ہم بھی واقف زندگی ہیں اور ڈاکٹر بھی وقف کرکے آتے ہیں لیکن ان کے حالات ہم سے بہتر ہیں۔ بہرحال یہ چیز ان کے سامنے تھی تو میں نے ان سے کہا کہ زیادہ استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس نے بڑی نیک نیتی سے استغفار شروع کیا، دعائیں کرنی شروع کیں اور کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ وہ جو خواہش تھی اور مقابلہ تھا اور دنیاوی لحاظ سے آگے بڑھنے کی جستجو تھی وہ ان کے دل میں ختم ہوگئی۔ بلکہ یہاں تک ہوگیا کہ دوسرے کی خاطر قربانی دینے کی عادت پڑ گئی۔ تو اگر نیک نیتی سے کی گئی دعائیں ہوں، استغفار کیا گیا ہو تو اللہ تعالیٰ بہت فضل فرماتا ہے۔ خدا کرے کہ نہ صرف یہاں رہنے والے احمدی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دل میں لئے ہوئے ہوں بلکہ یہاں سے باہر جاکر دنیا کمانے والے بھی ایسے ہوں جن کو دیکھ کر دنیا خود بخود کہہ اٹھے کہ یہ حقیقت میں وہ لوگ نظر آتے ہیں جن میں مسیح پاک کی پاک بستی کی روحانی جھلک نظر آتی ہے۔ یہاں کا رہنے والا ہر احمدی اپنی حرکات وسکنات کے لحاظ سے، خود بخود یہ اظہار کررہا ہو کہ وہ ایک روحانی ماحول سے اٹھ کر باہر آیا ہے۔ کبھی بھی یہاں کا رہنے والا کوئی احمدی نہ اپنوں کے لئے کسی قسم کی ٹھوکر کا باعث بنے، نہ غیروں کے لئے کسی قسم کی ٹھوکر کا باعث بنے۔ یہاں نو مبائعین بھی آتے ہیں اور اب تو ایک خاصی بڑی تعداد ہے جو یہاں آئی ہے وہ بھی آپ کے نمونے

دیکھتے ہیں۔ جو پرانے بزرگوں کی اولادیں ہیں ان کے نمونے تو بہر حال ہر کوئی دیکھے گا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ایسے لوگوں کی اولاد ہیں جن کی تربیت ایک خاص ماحول میں ہوئی ہوئی ہے۔ اس لئے یہاں کے پرانے رہنے والے، جو یہاں رہے، درویش رہے، انہوں نے بڑی قربانیاں کیں اور اب بھی جو اُن میں سے زندہ ہیں قربانیاں کر رہے ہیں، ایک عمر کا بڑا حصہ گزار چکے ہیں اور زیادہ فعال نہیں رہے۔ اب ان کی اولادوں کا فرض ہے کہ اس مقام کو سمجھیں جس کی خاطر ان کے باپ دادا نے قربانیاں دیں۔ تو بہر حال میں کہہ رہا تھا کہ نومبائعین یہاں بھی آتے ہیں، ان کی تربیت کے لئے آپ کو اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہوں گی۔

ہم سورۃ فاتحہ میں دعا کرتے ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ پس جب ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے گا۔ ہمیں سیدھے راستے پر رکھے گا، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کی ہمیں توفیق ملے گی۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یعنی ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں، ذوق، شوق، حضور قلب بھرپور ایمان ملنے کے لئے۔ روحانی طور پر تیرے احکام پر لبیک کہنے کے لئے سرور اور نور کے لئے۔''

(کرامات صادقین۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام 191-192)

پھر فرماتے ہیں کہ:

''مومن جب اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو معاً اُس کے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ میں کیا چیز ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں جب تک اس کا فضل اور کرم نہ ہو۔ اس لئے وہ معاً کہتا ہے کہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کہ مدد بھی تجھ ہی سے چاہتے ہیں۔''

(الحکم 10 / فروری 1904 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 194)

پس اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے، اس کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے، دنیا کی محبت ٹھنڈی کر کے دین میں آگے بڑھنے کے لئے، ایمان میں اضافے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کے لئے گویا ہر معاملے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے حقوق بتائے ہیں وہاں اپنے بندوں کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے زیادہ مشکل ہو جاتے ہیں۔ کئی دفعہ کئی لوگوں کے معاملات آتے ہیں۔ بظاہر بڑے نیک اس لحاظ سے کہ نمازیں پڑھنے والے، بظاہر جماعتی طور پر اچھا کام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقوق العباد کا سوال آئے اور اپنا مفاد ہو تو بعض دفعہ غلط بیانی بھی کر جاتے ہیں، دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کے ساتھ ہی مشروط ہے۔ ظالم شخص کبھی بھی اللہ تعالیٰ کا مقرب نہیں ہو سکتا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنا، اس کی صحیح اور حقیقی عبادت ہے۔ پس اس میں ظاہری نمازوں اور عبادتوں کے ساتھ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا، نظام جماعت کی پیروی کرنا، امانت دارانہ طور پر اپنے کام سرانجام دینا، اپنے فرائض کی ادائیگی کرنا، یہ سب باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے زمرہ میں آتی ہیں اس لئے ہمیشہ ہر احمدی کو اس فکر میں رہنا چاہیئے کہ کبھی بھی کسی معاملے میں بھی اس سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ ہو۔ اور بہر حال کیونکہ انسان کی طبیعت میں کمزوری ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو بہت سے احکامات پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے ہمیشہ دعاؤں اور استغفار اور اس کی مدد طلب کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے اور اس کی مدد طلب کرنے کا ایک بہترین ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ استغفار کرو۔ جیسا کہ میں نے مثال بھی دی ہے کہ کس طرح ایک شخص میں استغفار کی وجہ سے تبدیلی پیدا ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ظاہر ہے کہ انسان اپنی فطرت میں نہایت کمزور ہے اور خدا تعالیٰ کے صدہا احکام کا اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے پس اس کی فطرت میں یہ داخل ہے کہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بعض احکام کے ادا کرنے سے قاصر رہ سکتا ہے۔ اور کبھی نفس امارہ کی بعض خواہشیں اس پر غالب آ جاتی ہیں۔ پس وہ اپنی کمزور فطرت کی رُو سے حق رکھتا ہے کہ کسی لغزش کے وقت اگر وہ توبہ واستغفار کرے تو خدا کی رحمت اس کو ہلاک کرنے سے بچا لے۔''

فرمایا:

''اور توبہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان ایک بدی کو اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دے کہ بعد

اس کے اگر وہ آگ میں بھی ڈالا جائے تب بھی وہ بدی ہرگز نہیں کرے گا۔‘‘
(چشمئہ معرفت ۔ روحانی خزائن جلد 23صفحہ189-190)

پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا ہم برائیاں کرنے کے بعد، کسی غلطی کے سرزد ہونے کے بعد اس درد کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں؟ استغفار کے ساتھ ’’اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن‘‘ کے مضمون کو بھی سامنے رکھتے ہیں؟ کمزوری سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس سوچ کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے گناہوں اور غلطیوں کی معافی مانگ رہے ہیں؟ اور پھر اس کے ساتھ اس عہد پر قائم ہونے کی کوشش کرتے ہیں کہ جیسے بھی حالات ہو جائیں یہ غلطیاں نہیں دوہرائیں گے؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر آگ میں بھی ڈالا جائے تب بھی وہ بدی نہیں کرے گا۔ لیکن آگ میں ڈالنا تو علیحدہ بات ہے۔ معمولی سا دنیاوی لالچ یا ذاتی مفاد بھی بعض لوگوں کو وہی غلطیاں کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

کئی لوگوں کو جب بعض غلطیوں پر جماعتی نظام کے تحت سزا ہوتی ہے، تعزیر ہوتی ہے تو معافی مانگتے ہیں۔ اور معافی کے بعد پھر وہی چیز دہراتے ہیں۔ پھر سزا ہوتی ہے پھر دوبارہ وہی حرکت کر لیتے ہیں تو ایسے لوگوں کو تو اگر دوبارہ سزا کے بعد معافی ہو بھی جاتی ہے تو بعض دفعہ مشروط معافی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کارکن یا عہدیدار ہوں تو معافی تو ہو گئی لیکن عہدوں یا کام پر نہیں لگایا گیا۔ اس پر خطوط کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں، نظام کے متعلق شکایات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کو پہلے اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر، آپ کی بستی میں وقت گزار کر پھر بھی اگر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے تو پھر ان کا معاملہ نظام جماعت سے نہیں یا خلیفۂ وقت سے نہیں بلکہ خدا سے ہو جاتا ہے۔ اس لئے میری ان باتوں سے باہر کی دنیا کیونکہ ہر جگہ خطبہ سنا جا رہا ہے، یہ تأثر نہ لے لے کہ خدانخواستہ یہاں بگڑے ہوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اب پرانے درویشوں کے بعد نیکی اور تقویٰ کے معیار بالکل ہی ختم ہو گئے ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں اگر دو چار ہی لوگ خراب ہوں تو برائی نظر آ جاتی ہے۔ اور جتنا شفاف معاشرہ ہو گا اگر اس میں برائی پیدا ہو گی تو اُتنا زیادہ نظر آ جائے گی۔

جتنی سفید چادر ہو گی اتنا ہی اس میں داغ زیادہ نمایاں ہو کر نظر آئے گا۔ اس لئے ہر احمدی کو اس لحاظ سے سوچنا چاہیئے اور احتیاط کرنی چاہیئے۔ تو اس لئے بجائے اس کے کہ بعد میں برائیاں پیدا ہوں اور پھیلتی چلی جائیں اور پھر ایک کے بعد دوسرا لپیٹ میں آئے میں تو اس اصول پر چلتا ہوں کہ پہلے سمجھانا چاہیئے۔ اس انتظار میں نہیں رہنا چاہیئے کہ جب برائی پھیلے گی تو دیکھیں گے۔ جب دوسروں کو متاثر کرے گی تو دیکھیں گے۔ بہر حال یہاں کے احمدیوں میں اخلاص و وفا ماشاء اللہ بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید بڑھاتا چلا جائے۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا اس بستی پر دنیا کی نظر بہت زیادہ ہے اور جتنا زیادہ ایکسپوژر (Exposure) دنیا کے سامنے ہو رہا ہے یہ نظر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ آج آپ اس وقت براہِ راست ساری دنیا کے سامنے ہیں اس لئے اُتنے ہی زیادہ آپ کو تقویٰ کے معیار اونچے کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر استغفار کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَـفـر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مُسْتَـغْـفِـرْ کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔

لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے ہیں اور یہ بھی مراد ہے کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہو ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مُسْتَغْفِر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔ کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے یعنی جو کچھ بنایا ہے اس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ بگڑنے سے بچاوے۔۔۔ پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

(البقرۃ:256)

سو وہ خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔ غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے اور استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے ہے۔

نیکی کرنے کی توفیق اسی وقت ملے گی جب استغفار ہوتا رہے گا۔ پودا اُسی وقت پروان چڑھتا ہے جب اس کو پانی اور کھاد ملتی رہے۔ تو استغفار جو ہے وہ انسان کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔''

فرمایا کہ:

''اسی کی طرف اشارہ سورۃ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔

(ریویو آف ریلیجنز اردو۔ جلد اوّل بحوالہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریرات کی رُو سے صفحہ667-668)

پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ نیکیوں پر قائم رہنے، دعاؤں پر توجہ دینے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے استغفار کرتے رہیں۔ اور صرف منہ سے ہی استغفار نہ کرتے رہیں بلکہ اس مضمون کو سمجھ کر استغفار کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ واسطہ دے کر استغفار کرنے والے ہوں کہ اے اللہ! ہم کمزور ہیں، تیرے مسیح موعودؑ کی اس بستی میں رہنے والے ہیں، ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی فرما۔ ہمیں اس بستی کا حق ادا کرنے والا بنا۔ پہلے سے بڑھ کر ہم تیرے مسیح کے پیغام کو سمجھنے والے ہوں، اس کو آگے پہنچانے والے ہوں۔ اور پیغام کو آگے پہنچانا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔ اور اس کے لئے بھی سب سے بڑا ذریعہ آپ کا اپنا عملی نمونہ ہے۔ جب تک آپ کے اپنے نمونے اس قابل نہیں بنتے اس وقت تک دوسروں کو آپ متاثر نہیں کر سکتے۔ دلیل سے قائل بھی کر لیں گے تو وہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ کے اندر کیا پاک تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔

آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی ہماری توجہ ہو۔ نظام جماعت کے احترام کی طرف بھی ہماری توجہ ہو۔ اور یہ دعا کریں کہ اے اللہ! تیری عبادت کی طرف بھی ہماری توجہ ہو۔ ہماری توبہ و استغفار کو قبول فرما، ہر شر سے بچا۔ ہمارے نفس کے شیطان کو ختم فرما اور ہمیں ہمیشہ ان نیکیوں پر قائم فرما اور ان اعلیٰ اخلاق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما جن پر تُو نے ہمیں ایک دفعہ قائم فرما دیا ہے۔ ہماری کوتاہیاں، ہماری کمزوریاں، ہماری لغزشیں تیری ناراضگی کی وجہ بننے سے پہلے ہماری توبہ و استغفار قبول فرماتے ہوئے ہمیں معاف فرما دے۔ ہمارے دل و دماغ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس پیغام کو اپنے اندر بٹھائے رکھنے والے ہوں کہ فرمایا:

''پس اٹھو اور توبہ کرو اور اپنے مالک کو نیک کاموں سے راضی کرو۔''

(لیکچر لاہور)

اللہ کرے کہ وہ مالک ہم سے ہمیشہ راضی رہے اور کبھی ہم سے ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اس کی ناراضگی کا موجب بنے۔ اللہ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔

ایک اور بات ہے جس کی طرف میں توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ یہ دعا کے لئے ہے کہ میرے یہاں آنے کی وجہ سے مختلف ممالک سے بہت سارے احمدیوں کی خواہش ہے کہ وہ بھی یہاں آئیں اور جلسے میں شامل ہوں لیکن بعض جگہ پر ویزے کے حصول میں دقّت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دقتوں کو دُور فرمائے اور اپنے فضل سے ان کی اس پاک بستی میں آنے کی نیک خواہش کو پورا فرمائے اور اس مقصد کے لئے جو بھی یہاں آئے ہیں اور جو آنا چاہتے ہیں وہ اس مقصد کو حاصل کرنے والے ہوں۔

پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی بعض سفری دقتیں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی دور فرمائے۔ پہلے انتظامیہ نے ہماری اپنی انتظامیہ نے صحیح پلاننگ نہ کرنے کی وجہ سے یا بہر حال کسی وجہ سے بعض علاقوں اور ربوہ کے بہت سارے لوگوں کا کوئی ایسا انتظام ہوا کہ ویزہ نہیں مل سکا۔ اب جن کو ویزہ ملا ہے ان کے لئے بھی بعض سفر کی دقتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے یہاں والے بھی ان کے لئے دعا کریں اور جو آنے کے خواہش مند ہیں اور جن کو ویزہ وغیرہ مل چکا ہے لیکن اس کے بعد روکیں پیدا ہو رہی ہیں وہ خود بھی دعا کریں، استغفار کریں اور استغفار سے اس

طرف توجہ دیں۔اللہ تعالیٰ ان کے مسئلے حل فرمائے۔ان کی نیک خواہش کو پورا فرمائے اوران کی راستے کی ہر مشکل کو دُور فرمائے۔

ایک اعلان انتظامیہ کی طرف سے ہے یہ میں دنیا کے لئے بتا رہا ہوں یہاں کے انتظامات محدود ہیں اور بہت سارے ممالک سے، یورپ سے، امریکہ وغیرہ سے لوگ آرہے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا اور جماعت کے وسائل بھی محدود ہیں۔ کیونکہ یہاں سردی کافی ہے، رات کو خاص طور پر کافی زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے باہر سے آنے والے موسم کے لحاظ سے اپنے بستر وغیرہ کا انتظام کر کے یہاں آئیں۔اور جو یورپ سے پہلی دفعہ آرہے ہیں اور اس خیال سے آرہے ہیں کہ بڑا انتظام ہوگا ان پر بھی واضح ہو کہ اس لحاظ سے ان کو اپنا انتظام کرنا ہوگا۔اس لئے بستر وغیرہ لے کر آئیں۔ کیونکہ یہاں کے انتظام کے تحت اس ملک کے دُور سے آنے والے لوگوں اور غریب لوگوں کے لئے انتظام کیا جاتا ہے۔دوسرے بعض لوگوں کو بعد میں شکایتیں پیدا ہوتی ہیں کہ ہمیں پہلے بتایا ہی نہیں گیا۔اس لئے بتادوں کہ رہائش کا انتظام بھی اتنی سہولت والا یہاں نہیں ہوگا جیسا کہ بعض دفعہ لوگوں کو توقعات بہت زیادہ ہوتی ہیں۔اسی طرح غسل خانوں وغیرہ کی سہولت بھی اس طرح نہیں ہوسکتی جس طرح ان کو وہاں میسر آجاتی ہے۔ بعض لوگ زیادہ نازک مزاج ہوتے ہیں اور جب گھر سے باہر نکلتے ہیں تو اور زیادہ نزاکت آجاتی ہے تو وہ یہ سوچ کر آئیں کہ یہاں کافی سختی برداشت کرنی پڑے گی اور جو بھی دیسی طرز کا جماعتی لحاظ سے یہاں انتظام موجود ہے اسی پر گزارہ کرنا ہوگا۔پھر یہاں کے رہنے والے تو جانتے ہی ہیں لیکن بہت سارے باہر سے آنے والے غلطی کر جاتے ہیں۔1991 میں مَیں آیا تھا اس وقت بھی ایک دو سے اس طرح غلطی ہوئی اور پھر دوسروں نے بتایا کہ یہاں پر بعض دکانوں پر گوشت کا سالن جو پکا ہوتا ہے ایک تو یہ ہے کہ وہ حلال نہیں ہوتا، ذبیحہ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ گوشت بھی صحیح نہیں ہوتا بعض دفعہ سؤر وغیرہ کا گوشت بھی مل رہا ہوتا ہے جو مجھے بتایا گیا ہے۔اس وقت تو یہ بہرحال ہوتا تھا۔اس لئے اس لحاظ سے احتیاط کریں کہ بازاروں میں کھانا نہ کھائیں۔

جو آنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو خیریت سے لائے اور ان کے نیک مقاصد کو پورا فرمائے اور آنے والے بھی دعا اور استغفار کے مضمون کو سمجھتے ہوئے نیکیوں کے حصول اور ان پر قائم رہنے والے ہوں۔اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

خُدا دیکھنے کا مطالبہ

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انقلاب آفریں گفتگو

کپورتھلہ کی جماعت کے بانی اور گلستانِ احمدیت کے گل سرسبز حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی ایک حقیقت افروز اور رُوح پرور روایت:۔

’’کلکتہ کا ایک برہمن مجسٹریٹ قادیان آیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں خدا کا قائل نہیں ہوں اور سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں رکھتا کیا آپ مجھے خدا دکھا دیں گے۔۔۔حضور نے فرمایا کہ آپ لندن گئے ہیں' اس نے کہا نہیں فرمایا لندن کوئی شہر ہے اس نے کہا: ہے! سب جانتے ہیں۔فرمایا آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔اس نے کہا میں لاہور میں بھی نہیں گیا۔ فرمایا قادیان آپ کبھی پہلے تشریف لائے تھے۔اس نے کہا نہیں۔فرمایا کس طرح معلوم ہوا کہ قادیان کوئی جگہ ہے اور وہاں پر کوئی ایسا شخص ہے جو تسلی کرا سکتا ہے۔اس نے کہا سنا تھا۔آپؑ نے ہنس کر فرمایا:

’’آپ کا سارا دارومدار سماعت پر ہی ہے اور اس پر پورا یقین رکھتے ہو۔پھر آپؑ نے ہستی باری تعالیٰ پر تقریر فرمائی اور سامعین پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ ایک کیفیت طاری ہوگئی۔‘‘

جہاں تک برہمن مجسٹریٹ کا تعلق ہے اس نے جلدی سے یکہ منگوایا اور سوار ہوگیا۔حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا آپ ایسی جلدی کیوں جاتے ہیں اس نے جواب دیا۔

’’میں (احمدی) ہونے کی تیاری کر کے نہیں آیا تھا اور مجھے پورا یقین ہے کہ اگر رات کو میں یہاں رہا تو صبح ہی مجھے (احمدی) ہونا پڑے گا۔مجھے خدا پر ایسا یقین آگیا ہے کہ گویا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔میرے بیوی اور بچے ہیں ان سے مشورہ کرلوں گو وہ متفق ہوئے تو پھر آؤں گا۔‘‘

(رفقائے احمد جلد چہارم صفحہ113-114 مؤلفہ صلاح الدین صاحب ایم۔اے طبع اوّل اکتوبر 1957)

منقبت

درشان حضرت اقدس مہدیٔ دوراں و مسیح موعود علیہ السلام

جمیل الرحمٰن ۔ ہالینڈ

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اے بروزِ مصطفٰےؐ اے عکسِ نورِ جاوداں
لے رہا ہے تیرے دم سے اک نئی کروٹ جہاں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد

تو نے دی آواز رستے برکتوں سے بھر گئے
قُم بِاِذنِی کیا سنا ۔ صدیوں کے مردے جی اُٹھے
پیکرِ اعجاز ہے تُو قرنِ آخر کی زباں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

عارفوں کو شاد کرتا ہے ترا علم الکلام
دشمنِ حق کے لئے وہ ایک سیفِ بے نیام
مطلعِ جگر و نظر کی آبرو معجز بیاں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد　زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد

صاعقہ بن کر گرا تو فتنۂ دجّال پر
تُو نے دی شہ مات دشمن کو اُسی کی چال پر
تُو ہے منصور و مظفّر بامراد و کامراں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

عشقِ قرآں کی تڑپ سے پُور ہے تیری نوا
آئینہ ہے راگ تیرا نشۂ توحید کا
ساز ہے تیرا الگ اے مطرب قدوسیاں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد　زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد

تجھ سے پہلے تھی گناہوں میں زمیں سمٹی ہوئی
زندگی بارِ ندامت کے تلے پستی ہوئی
تُو نے لکھی از سرِنو حریّت کی داستاں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

اس طرح لپکی ہیں قومیں تیری جانب صف بہ صف
دوڑتے ہوں جیسے پیاسے ایک چشمے کی طرف
ساقیٔ آبِ بقا تُو ہے متاعِ تشنگاں
زندہ باد اے مہدیٔ دوراں مسیحائے زماں

زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد　زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد　زندہ و تابندہ و رخشندہ و پائندہ باد

سیرت حضرت مسیح موعود

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

'' سیرت مسیح موعود '' پرلکھنا اور چند صفحوں پر قناعت کرنا لاریب تعجب انگیز بات ہے۔ اس نام کو سُن کر بالبداہت ایک شخص کے خیال میں آئے گا کہ ایک کبیر اور ضخیم کتاب ہوگی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا یا کہا ہے اس سے زیادہ نہیں کہ بہت لائق اور معنی آفریں دوستوں کے لئے ایک راہ تیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی زیادہ واقف اور عاشق اس سے بہتر اور صاف تر باتیں اس پاک اور اہم مضمون کے متعلق لکھ لینے پر قادر ہو جائے۔ یا پھر کبھی مجھے ہی توفیق مل جائے کہ میں اس مضمون کو مکمل کردوں۔ اس میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اپنے سچے وجدان اور ایمان اور واقعی تجربوں کا نچوڑ لکھا ہے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ نہ میں نے خود دھوکا کھایا ہے اور نہ دوسروں کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ مدت دراز کی تحقیق اور راستی کی تائید اور نصح اخوان نے مجھے مجبور کیا کہ قوم کی خدمت میں اس پیرایہ میں چند باتیں عرض کروں شاید کوئی رشید اُس نور اور حق کی معرفت سے بہرہ مند ہو جائے جس کے لئے محض خدا تعالیٰ کے فضل نے ہماری جماعت کو چُن لیا۔

اس رسالہ کی تالیف سے میری اصلی غرض جو میرے ذرہ ذرہ وجود میں خمیر کی گئی ہے اور جس کی اشاعت کے لئے میرے بال بال میں جوش ڈالا گیا ہے یہ ہے کہ میں یہ دکھادوں کہ وہ شخص کیسا ہونا چاہیئے جس کے ہاتھ میں ہم ایمان جیسی گرامی قدر امانت سپرد کریں۔ آج ہمارے پنجاب اور ہندوستان میں بہت سی گدیاں اور خدانمائی کے مدعی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اُن کو انسانوں کی معقول تعداد کی دلربائی کا فخر بھی حاصل ہے۔ ایمن آباد کے متصل دھونکل ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں بے شمار لوگوں کا مجمع ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے قریب ہے کہ غیر محققوں پر حق و باطل مشتبہ ہو جائے یا راہِ حق کی تلاش کی پیچ دار مشکلات اُن کو تلاش کی صعوبتوں کے مقابل پست ہمت اور بددل بنادیں۔ میں نے رسول کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھ کر اور اُسی کو مبنیٰ قرار دیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت لکھی ہے اور دَر حقیقت خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ ثابت کردیا ہے کہ اس زمانہ میں امام حق اور ہادی اور مہدی ہمارے آقا محبوب حضرت میرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ میں نے تکلف سے کوشش نہیں کی کہ خواہ نہ خواہ آپ کی سیرت کو نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ملایا ہے بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ ہمارے محبوب امام مہدی کی فطرت دست قدرت سے ایسی ہی بنائی گئی ہے کہ آپ سے اضطراراً وہی افعال واقوال سرزد ہوتے ہیں جو آپ کے متبوع ومقتدا نبی کریم ﷺ سے ہوئے۔ ہم مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

(سورۃ الاحزاب: 22)

الآیہ کے منطوق نے ہمیں ان تمام پیچیدگیوں اور مذموم حیرتوں سے نکالدیا ہے جس میں اہل باطل مبتلا ہیں۔ یسوع مسیح کا نہایت ناقص نمونہ اخلاق میں، اعمال میں، معاشرت میں، سیاست میں غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اضطراراً اس کا موجب ہوا کہ پادری خود نبی اور پیغمبر کی مسند پر غاصبانہ چڑھ بیٹھے اور مسیح یسوع کے نقصوں کی تلافی کی۔ ہمارے رسول کریم ﷺ کی پاک زندگی انسان کی شگفتہ اور نشوونما یافتہ اور کامل مہذب زندگی کے ہر شعبہ کے لئے نمونہ بہم پہنچاتی ہے۔ ایک مصلح، ایک قوم بنانے والا، ایک جنگی سپہ سالار، ایک غیر قوموں سے برتنے کے آداب کے معرفت کا خواہاں یا عارف، ایک شوہر، ایک باپ، ایک عظیم الشان دوست، ایک فیاض، ایک جواد کریم ایک قادر علی الانتقام اور پھر عفو کردینے والا، ایک جلیل القدر سلطان، ایک منقطع الی اللہ درویش غرض ہر ایک صاحبِ خُلق فخر

بنی آدم ﷺ کے پاک وجود میں کامل نمونہ پاتا ہے۔ ناتوان بےبس یسوع مسیح میں ہم کس خلق کا نمونہ پاسکتے ہیں جسے کسی انسانی خلق کے ظاہر کرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ غرض رسول اللہ ﷺ کے نمونہ نے ہمیں ہر قسم کی ظلمت کے نشیبوں سے نکال کر صاف فیصلہ اور نور کی بلند سطح پر پہنچا دیا ہے۔

اب ہمارے لئے کس قدر آسان بات ہے کہ ہر ایک مدعی کے نقد کو اُس کامل معیار پر کس لیں۔ سب سے بڑی بات حضرت رسول کریم ﷺ کی زندگی کی جو آپ کی غرض اصلی اور آپ کی جان اور غذائے جان تھی بجز اس کے اور کیا تھی کہ آپ نے اپنا تمام وقت کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور اعداء اللہ سے مقابلہ میں صرف کیا۔ قرآن کو پڑھ کر دیکھو کہ وہ باطل سے کیسی خوفناک ٹکریں لگاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُسکو عمل میں لاکر دکھانے والے تھے۔ اگر آپ کی سوانح سے کوئی واقف نہ بھی ہو جب بھی قرآن کے عمل سے پتا لگا سکتا ہے کہ کس قدر عظیم الشان کام آپ کے سپرد تھا۔ اور اس سے قیاس کرسکتا ہے کہ کس قدر آرام اور تن آسانی میں آپ کی زندگی بسر ہوتی ہوگی۔ اب اس وقت خدا تعالیٰ کے لئے دیکھو کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے قدم بقدم کون شخص چل رہا ہے؟ کس نے آج عیسائیوں، آریوں، سکھوں، جینیوں، یہودیوں، اور برہموں اور دہریوں پر اسلام کی حُجت پوری کی ہے؟ اور کس نے از سرِ نو اسلام کو، قرآن کو، رسول کو، معجزات اور خرقِ عادات کو اپنے نمونوں سے زندہ کرکے دکھا دیا ہے؟ اور کس کے وجود میں ہم رسول خدا ﷺ کے اخلاق و افعال کے نمونے پاتے ہیں؟

غرض میں نے ان چند اوراق میں بِاِذنِ اللہ صاف نشان دے دیا ہے کہ خلافت الٰہیہ کی مسند پر بیٹھنے کا استحقاق آج کس کو ہے۔ خدا تعالیٰ میری ناچیز کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

عبدالکریم۔ قادیان۔ 26/جون 1900

زمانہ کے اندرونی مفاسد جو طبعاً ایک مصلح کے مقتضی ہیں

اندرونی مفاسد

1۔ قوم میں خدا تعالیٰ کی نسبت وہ اعتقاد جو تقویٰ اور خشیت پیدا کرسکے نہیں رہا۔ مقتدر اور قدیر اور منتقم اور علیم بذات الصد ور اس کو ہرگز مانا نہیں جاتا، ورنہ اس قدر جسارت اور جرأت گناہ پر کیوں ہو۔

اور دنیا میں جب کبھی گناہ اور شیطان کا زبردست تسلط ہوا ہے اور فسق و فجور نے دلوں اور سینوں کو سیاہ اور تباہ کیا ہے اس کا اصلی سبب یہی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی نسبت حقیقی اور شرح صدر والا اعتقاد دلوں سے جاتا رہا۔ جس طرح وہ قرن جو رسول کریم ﷺ کی بعثت کا مستدعی اور مقتضی ہوا، اپنے مفاسد کی وجہ سے چیخ چیخ کر مصلح کو بلاتا تھا اسی طرح یہ زمانہ بھی اپنی کھلی بےحیائی اور بےباکانہ بدکاری کی وجہ سے آج چلّا چلّا کر مجدّد و مصلح کو بلاتا ہے۔ اور جس طرح اُسوقت رسول کریمؐ نے خدا دکھا کر مفاسد کی جڑ کاٹی آج بھی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ ایسے وجوہ اور اسباب بہم پہنچائے جائیں اور ایسی تدابیر بروئے کار لائی جائیں جو خدا کو گویا دکھا دیں اور اس کی زندہ اور مقتدر ہستی کا یقین دلا دیں۔

سو اب جیسے ایک مصلح کی ضرورت شدید ہے ویسے ہی وہ مصلح اس پایہ اور قوت کا ہونا چاہیئے کہ اس میں خدا بینی اور خدا نمائی کی سب سے بڑی طاقت ہو۔ اور یہ قوت دو رنگ کی ہونی چاہیئے یعنی ایک طرف تو وہ دلائل قویہ اور حجج ساطعہ اور معارف یقینیہ سے قلوب کو مطمئن اور سیراب کردے اور اس کے روح قدس سے بھرے ہوئے بیان اور زبان سے دل خود بخود بول اٹھیں کہ خدا ہے۔ اور سچائی کی روح اُن میں نفخ ہو جائے اور ناگہاں ایک پاک تبدیلی اُن میں پیدا ہو جائے۔

اور دوسری طرف قادرانہ پیشگوئیوں پر جو علم غیب اپنے اندر رکھتی ہوں قدرت رکھتا ہو۔ اور یوں غیب الغیب مقتدر ہستی کی خلافت کا واقعی طور پر سزاوار ہو۔ اسوقت وہ درحقیقت رسول کریمؐ کا پورا مظہر ہوگا۔ اور ایسے ہی لوگ حقیقتاً زمانہ

کو اپنے کامل نمونے سے درست کرسکتے ہیں۔اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کو بھی انہی دو طاقتوں کے سبب سے پورا امتیاز ہے۔جہاں آپ نے قرآن کریم جیسی مدلّل اور معقول علمی کتاب سے قلوب کو مسخر اور باطل کا معنوی استیصال کیا اس کے ساتھ بلافصل قادرانہ پیشگوئی کی تصدیق میں مخالفوں کو صوری اور مادی ذلت بھی دکھائی۔کیا ہی سچ کہا گیا ہے :۔

نے بعلمش کس رسید و نے بہ زور
در شکستہ کبر ہر متکبرے
یک طرف حیراں ازو شاہان وقت
یک طرف مبہوت ہر دانشورے

غرض اس وقت پھر وہی وقت آگیا ہے کہ اس رنگ وصفت کا مجدّد و مصلح ہو۔

2۔ قوم میں سخت تفرقہ اور تفریق ہے۔اس وقت ۷۲ فرقے نہیں بلکہ جتنے انسان ہیں ہر ایک بجائے خود ایک فرقہ ہے۔خود رائی اور ذاتی اجتہاد کا یہ عالم ہے کہ ایک مولوی دوسرے مولوی کے نزدیک راستی سے دُور اور خطا سے قریب ہے۔دو مولوی ایک ہی شہر اور گاؤں میں اس طرح کارروائی کررہے ہیں گویا دو الگ الگ مذہبوں کے حامی اور مشیع ہیں۔خدا تعالیٰ کی کتاب اور سنت کی طرف پیٹھ دی گئی ہے۔اور ہوا اور رسم اور عادت کی طرف بکلی مُونہہ کیا گیا ہے۔رات دن ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کے یوں درپے ہیں جیسے وہ کلاب جن میں تہارش واقع ہو جائے۔بالکل دنیا اور جاہ کو اپنا قبلہ ہمت بنالیا ہے۔خدا تعالیٰ کے کلام اور سنتِ خیرالانامؐ سے یوں بازی کرتے ہیں جیسے بچے کھلونوں سے۔

اس کے علاوہ بڑے بڑے تفرقے وہابی اور مقلد اور شیعہ اور سنی کے قوم کی جان کو کھاگئے ہیں۔اور گویا شہتیر چھت کے نیچے سے نکل گیا ہے اور قریب ہے کہ بڑی بھاری چھت سب کو نیچے دبا کر دارالبوار میں روانہ کردے۔اب وقت دہائی دے رہا ہے کہ کوئی مردِ میدان ایسا ہو جو اِن تفرقوں کو مٹائے۔مُقلدوں کے پیشوا اپنی کہہ رہے ہیں اور وہابیوں کے اپنی، اور وہ چند کس جنہوں نے ان اضداد کو جمع کرنا چاہا ان کی مثال ٹھیک وہی ہوئی :۔

تو از چنگال گرگم در ربودی
چو دیدم عاقبت خود گرگ بودی

انہوں نے بجائے جمع کے اور پریشان اور بجائے مسلمان کے پکا بے ایمان کردیا۔سب سے بڑا بھاری مفسدہ جو اب ایک ہونے نہیں دیتا اور ایک ہونے کے بغیر فلاح و صلاح نہیں وہ یہی تفرقہ مذاہب و مشارب ہے۔پس یہ بڑی ضرورت مصلح کی ہے کہ اپنی قوت قدسیہ سے ان خانہ برانداز تفرقوں کا ستیاناس کرے۔

3۔ امراء جو قوم کے پُشتی بان ہوسکتے تھے اور ہونے چاہیئے تھے وہ باسرہم لہو و لعب میں مشغول اور اپنی ہی ہوا و ہوس اور کامرانیوں میں سراپا مستغرق ہیں۔بڑے بڑے رئیس اور نواب فسق و فجور اور اشتغال بالملاہی کے سبب سے جوانا مرگ ہوئے اور جو باقی ہیں اکثر ان میں پابہ رکاب بیٹھے ہیں خدا کے دین کے اعلاء کی فکر کسی کو نہیں۔غرض فقراء کا یہ حال، متوسطین کا وہ حال اور امراء اس رنگ کے۔اب اگر پاک نفس مصلح کی ضرورت نہیں تو اور کب ہوگی؟

4۔ بڑا اور سب سے عظیم الشان مفسدہ صوفیوں اور سجادہ نشینوں کا مفسدہ ہے۔قوم کی طرف سے لاکھوں روپے ان کے مصرف کے لئے دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی اکثر ان میں سے امرا کی طرح فسق و فجور اور تن پروری اور خواب و خور میں منہمک ہیں۔اُن کو مطلق خبر نہیں کہ اللہ اور رسولؐ کا فرمودہ کیا ہے۔سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے۔اپنے ہی تراشیدہ خیالات اور اِدھر اُدھر کی باتوں پر مائل ہورہے ہیں۔ایسے خطرناک مشرب اور مذہب نکالے اور ان پر سرنگوں ہورہے ہیں کہ اسلام اور مسلمانی اِن پر دُور سے دیکھ دیکھ کر ہنستی اور روتی ہے۔گویا اسلام کے لباس میں ہزاروں ہزار نئے مذہب نکلے ہوئے ہیں اور اس سے دُشمنانِ دین کو دینِ حق پر اعتراض اور طعن کا پورا موقع ملتا ہے۔ان لوگوں کو حس تک نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی کیا حالت ہورہی ہے اور اسلام کے بیرونی دشمن اسلام پر کیا کیا خوفناک حملے کررہے ہیں اور تلے ہوئے ہیں کہ اس کا شہتیر ہی نکال ڈالا جائے۔غرض قوم ان کی غفلت کی وجہ سے سخت تباہ ہورہی ہے اور بہ زبان حال خدا سے چاہتی ہے کہ کوئی مصلح آئے۔

بیرونی دشمن

1۔ سب سے بڑا مفسدہ اور اصلی فتنہ نصاریٰ کا ہے۔ اور یہ فتنہ کئی رُوپوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔

الف۔ سکولوں کے رُوپ میں ہزاروں ہزار اسلام کے بچوں کو مرتد اور سُست اعتقاد کر رہا ہے۔

ب۔ واعظوں اور منادوں کے رنگ میں سادہ دہقانوں اور گنواروں کو خراب کر رہا ہے۔

ج۔ زنانہ واعظوں کے رنگ میں مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگا رہا ہے۔

د۔ مشن ہسپتال وہ کام کر رہے ہیں جو کسی جبر و اکراہ نے دنیا میں وہ کام نہیں کیا۔

ر۔ قحط کے دنوں میں ہزارہا غریبوں اور مفلسوں کو روٹی دے کر بے راہ کیا جاتا ہے۔

س۔ حکام مجازی سے رسوخ پیدا کر کے ہزاروں آدمی اُن کے دباؤ کے نیچے آئے اور مرتد ہوئے۔

ص۔ اخباروں، ماہواری رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ سے ہزاروں کو تباہ کیا جاتا ہے۔

2۔ کالج مادہ پرستی اور بے دینی پھیلانے کے عمدہ ذریعے ہیں۔ ان میں ایسے کورس اور تعلیمی کتابیں آئے دن مقرر کی جاتی ہیں کہ اُن میں سے بعض کا میلان قطعاً دہریت کی طرف ہوتا اور بعض صریحاً اسلام پر حملہ کرنے کی نیت سے لکھی گئی ہیں۔ اور چونکہ عملہ منتخبین کتب درسیہ میں مقتدر اعضا پادری ہوتے ہیں اس لئے وہ ایسی کتابوں کے انتخاب کو روا رکھتے ہیں۔

غرض ان کالجوں نے عجیب شتر مرغ کے رنگ کے آدمی دنیا کو دیے ہیں جو نہ حقیقی فلاسفر ہیں اور نہ واقعی جاہل ہیں۔ ہاں اسلام کو بعضے علمی رنگ میں اور اکثر عملاً استخفاف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یورپ کے آزادوں اور بے باکوں کی طرح مذہبِ حق اور شرائع حقّہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اکثر پورے زندیق اور اباحتی ہیں۔

ایک بے دین ایم اے جب فسق سے روکا گیا اور نکاح کے لئے اسے کہا گیا۔ فرانس کے رندوں کی طرح بول اٹھا کہ نکاح ایک خواہ مخواہ کی بندھن ہے۔ انسان آزاد ہے کتوں کی طرح جو چاہے کرے۔

غرض کالجوں نے ایک خوفناک طاعون دنیا میں پھیلایا ہے۔ رات دن کالجوں کے فرزند جو اَب دُہی زمانہ کے میدان میں کارکن بھی ہیں۔ دنیا دنیا پکارتے اور دنیا ہی کے لئے کمیٹیاں اور کانفرنسیں کرتے اور دام و درم اور قدم دنیا ہی کے لئے اٹھاتے اور خرچ کرتے ہیں اور دین کے نام پر غیظ و غضب میں آجاتے ہیں۔ ان کا فلسفہ اور طبعی اور سائنس ان سب مفاسد کی جڑ ہے۔ اب ایسے مصلح کی ضرورت ہے جو ان علوم باطلہ کی جگہ علوم حقہ کو متمکن کر سکے۔

3۔ کچہریاں اور مقدمہ بازی نے راست بازی، تقویٰ، دیانت، امانت اور اخوت اور ہمدردی ان سب اخلاقِ فاضلہ کا خون کر دیا ہے اور گھر گھر اور کوچہ بکوچہ اور گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں بنی آدم کے لباس میں گرگ و پلنگ اور گیدڑ اور کتے پیدا کر دیئے ہیں۔ اپیل نویس اور عرضی نویس عموماً دکلاء، بیرسٹر، مختار مقدمات کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان صورتوں میں کہاں خدا کا خوف دلوں میں سمائے۔ ہر ایک مکان میں مقدمہ بازی کے لئے رات دن جھوٹے منصوبے اور مشورے ہوتے ہیں اور دین اور کارِ دین مہمل چھوڑا گیا ہے۔

4۔ اور محکمے خصوصاً تار ڈاک اور ریل کے محکمے، ان میں کام کی وہ کثرت رکھی ہے کہ الامان۔ ایک آدمی وہاں رکھا گیا ہے جہاں تین آدمیوں کا کام ہے۔ اس کثرت کار اور شدّتِ مصروفیت کی وجہ سے خدا کا خانہ پوری طرح مقبوض اور بھر دیا گیا ہے۔ دین کی ریاضت اور توجہ الی اللہ اور فرائض و مہماتِ دین کی بجا آوری کی فرصت کہاں۔

ریل کے محکمے نے خطرناک غفلت پیدا کی ہے۔ اسٹیشن پر رات دن فرصت ہی نہیں ملتی۔ رات کو جاگنا اور دن کو کام کرنا گویا خدا کے قانونِ قدرت کے میلان کے خلاف جنگ کرنا مخلوق کو سکھایا جاتا ہے۔ پس یہ بڑا بھاری دجل ہے جس نے قوائے ایمانیہ کو قریباً بیکار کر دیا ہے۔

5۔ حکام اور سربرآوردہ لوگوں کا عام میلان، الناس علیٰ دین ملوکھم۔ چونکہ حکام محض مادی اور دنیا ہی کے کیڑے ہیں اور خدا اور معاد سے ان کو ذرا بھی تعلق نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ رعایا پر بھی وہی اثر پڑے۔ لاجرم اکثر افراد رعایا کے سراسر کلاب الدنیا ہو گئے ہیں۔

دوسرا بیرونی دشمن: آریہ

اس قوم نے بھی نصاریٰ کی طرح اسلام پر حملے کئے ہیں اور ایسی گندی اور ناپاک کتابیں اسلام کے خلاف شائع کی ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے غیور مسلمان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کے فرزند آریہ اور آریہ مذاق کے ہو گئے۔ اُن کی طرف سے اخبار اور رسالے برابر شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں حضرت رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم کی توہین ہوتی ہے اور ہزاروں مسلمان جو سادہ اعتقاد ہیں انہیں پڑھ کر تباہ ہوتے ہیں، یہ لوگ چونکہ محکموں میں سربرآوردہ ہیں اور گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں عہدہ دار ہیں اُن کے ہاتھوں سے مسلمان سخت ستائے جا رہے ہیں۔ غرض ایک طوفانِ عظیم برپا ہے اور کشتیٔ اسلام تلاطم میں ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس وقت مصلح آوے۔

والسلام

عاجز عبدالکریم 18 ماہ رمضان المبارک 1317 ھجری

۞۞۞

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو حد سے زیادہ انتظار کی تکلیف دی اور عرصہ دراز تک اپنے محبوب و آقا کے کلمات طیبات کے سنانے اور الٰہی سلسلہ کی نسبت کچھ لکھنے سے قاصر رہا۔ اُن خطوط کی رفتار چاہتی تھی کہ اس کی راہ میں کوئی روک نہ آئے مگر بہت سے ناandیشیدہ امور ایسے پیش آ گئے کہ لامحالہ وہ نظام ٹوٹ گیا۔ مگر میں اس سے خوش ہوں کہ میرا یہ خط احباب کو ایسا خوش کرے گا کہ وہ مافات پر متاسف نہ ہوں گے اور معاً مجھے امید ہے کہ وہ اپنے ایک بھائی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں گے جو وسعت بھر اسی تاک میں لگا رہتا ہے کہ کوئی سرور بخش راحت افزا چیز مل جائے تو دوستوں کی نذر کر دے مگر بعض ابتلا طبعاً اس پر ایسے اوقات لے آتے ہیں کہ اس کے ہاتھ اور قلم میں منافرت واقع ہو جاتی ہے۔

برادران! میں نے اپنے کسی خط میں وعدہ کیا تھا کہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی اندرونی زندگی کے حالات و واقعات لکھوں گا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل نے مجھے کئی سال سے یہ موقعہ دے رکھا ہے کہ حضرت کے قرب و جوار کا نسبتاً مجھے بہت زیادہ فخر حاصل ہے اور علاوہ بریں خداوند حکیم نے مجھے دل بھی ایسا تیز حس اور نکتہ رس عنایت کیا ہے کہ میں کسی دیدہ وشنیدہ واقعہ کو جزوی ہو یا کلی بےالتفاتی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ میرا جودت زا دل ہر امر میں ڈوب جاتا اور اس کی تہ سے کام کی بات نکال لاتا ہے اور یہ بھی خاص فضل مجھ پر ہے کہ زندگی کی کثرت اور وحدت کی گھڑیوں میں نہ تو میں ہی کبھی اپنے دل کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہوں اور نہ میرے دل نے اپنی اصلی صورت اور حقیقی حقیقت کے خلاف کسی اور رُوپ میں کبھی میرے سامنے جلوہ افروزی کی ہے۔

اس دراز تجربہ میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اندرونی و بیرونی معاملات میں جس قدر دیکھی ہے میں آرزو رکھتا ہوں کہ اُسے بطور مصالح اور مواد کے قلمبند کروں کہ ہر ایک تیز ذہن سلیم الفطرت نگارخانہء عالم کی سحر آفرینیوں کا شیدا اِس مواد سے خود ایک مجسمہ یا تصویر تیار کرے اور پھر اس کے نقوش میں غور کرے کہ ایسی تصویر بجز منجانب اللہ انسان کے اور کس کی ہو سکتی ہے۔

اگرچہ سرسری نگاہ سے اوپری سی بات معلوم ہوگی کہ مؤمنین معتقدین سے یہ خطاب کیا تعلق رکھتا ہے اس لئے کہ انکا ایمان ایسی جزئیات اور تفاصیل سے مستغنی ہوتا اور اُنکا عشق تو پکار پکار کر یہ پڑھتا ہے۔ ع

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

مگر جب میں اپنے نفس کو دیکھتا ہوں کہ اس علم بالجزئیات سے اس نے کیا کیا فائدے حاصل کئے اور یہ واقفیت منازل سلوک کے طے کرنے میں میری کس قدر مددگار ہوئی ہے تو میری روح نُصح اور ہمدردی کے جوش سے مجھے کشاں کشاں اس طرف لاتی ہے کہ اُن بھائیوں کو بھی اس سے آگاہ کروں جنہیں خدا کی مشیت اور ارادہ نے ایسا موقعہ نہیں دیا جو محض فضل سے مجھے دیا ہے۔ اور میرا دلی اعتقاد ہے کہ میں اس تقریب سے اُن بہت سی اندرونی اور معاشرتی خطرناک بیماریوں کے مجرّب نسخے پیش کر سکوں گا جنہوں نے اکثر گھروں کو اُن مکانوں کی طرح جن میں

دق اور سل کی بیماری متوارث چلی آتی ہے بجائے راحت بخش اور سرور افزا مکان اور گھر ہونے کے ماتم کدے اور شیون سرا بنا رکھا ہے۔

اس بنا پر پہلے میں حضرت خلیفۃ اللہ کی معاشرت کی نسبت کچھ لکھتا ہوں اس لئے کہ سب سے بڑی اور قابل فخر اہلیت کسی شخص کی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت سے اس کا تعلق اعلیٰ درجہ کا ہو اور اس کا گھر اس کی قوت انتظامی اور اخلاق کی وجہ سے بہشت کا نمونہ ہو جس کی بڑی سے بڑی تعریف یہی ہے کہ وہاں دلوں کی تپش اور جلن اور رنج اور کدورت اور غل اور حسد کے محرکات اور موجبات نہ ہونگے۔ خدا تعالےٰ کی حکیم کتاب میں آیا ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(سورة النّساء: 19)

اور اس حکیم کتاب کا عملی نمونہ ہمارے سیّد و مولیٰ رحمۃ اللعالمین ﷺ فرماتے ہیں خیر کم خیر کم لاھلِہٖ (ترمذی کتاب المناقب) یعنی تم میں سے افضل اور خیر و برکت سے بھرا ہوا وہی ہے جس کی رفتار اپنے اہل سے خیر و برکت کی ہے۔

عرصہ قریب پندرہ برس کے گزرتا ہے جب سے حضرت نے بار دیگر خدا تعالیٰ کے امر سے معاشرت کے بھاری اور نازک فرض کو اٹھایا ہے۔ اس اثنا میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو۔ کوئی بشر خیال کرسکتا ہے کہ ضعیف اور کم علم جنس کی طرف سے اتنے دراز عرصہ میں کوئی ایسی اُدا یا حرکت خلاف طبع سرزد نہ ہوئی ہوگی تجربہ اور عرف عام گواہ ہے کہ خانہ نشین ہم پہلو کج طبعی اور جہالت سے کیسے کیسے رنج دہ امور کے مصدر ہوا کرتے ہیں۔ بااین ہمہ وہ ٹھنڈا دل اور بہشتی قلب قابلِ غور ہے جسے اتنی مدت میں کسی قسم کی رنج اور تنغص عیش کی آگ کی آنچ تک نہ چھوئی ہو۔ وہ کڑوا گوشت کا ٹکڑا جو تمام زہروں کا مخزن اور ہر قسم کے غل اور حسد اور کینہ اور عداوت کا منشاء ہے اور جو اس عالم میں دوزخ دربغل ہے اگر کسی شخص سے قطعاً مسلوب نہ ہو چکا ہو اور خدائے قدوس کے دستِ خاص نے اس کا تزکیہ اور تطہیر اور شرح صدر نہ کیا ہو تو خیال میں آسکتا ہے کہ اس پُر پیچ و تاب اور آتش ناک زندگی میں ایسے سکون اور وقار اور جمعیت سے زندگی بسر کر سکے؟

ایک ہی خطرناک اور قابل اصلاح عیب ہے جو سارے اندرونی فتنوں کی جڑ ہے۔ وہ کیا؟ بات بات پر نکتہ چینی اور چڑ، اور یہ عیب ایسے منقبض اور تنگ دل کی خبر دیتا ہے کہ جس کی نسبت بآسانی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ وہ اس عالم میں دم نقد دوزخ میں ہے۔

دس برس سے میں بڑی غور اور نکتہ چینی کی نگاہ سے ملاحظہ کرتا رہا ہوں اور پوری بصیرت سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت اقدس کی جبلت پاک میں شیطان کے اس مَس کا کوئی بھی حصہ نہیں۔ میں خود اپنے او پر اور اکثر افراد پر قیاس کر کے کہہ سکتا ہوں کہ یہی اعتراض اور نکتہ چینی اور حرف گیری اور بات بات میں چڑ چڑا پن کی فطرت ہے جس نے بہتوں کے آرام اور عیش کو مکدر کر رکھا ہے اور ہر ایک شخص جسکی ایسی طبیعت ہے (اور قلیل اور بہت ہی قلیل ہیں جو اس عیب سے منزّہ ہیں) اُس کھا جانے والی آگ کے فوری اثر کو محسوس کرتا اور گواہی دے سکتا ہے کہ بالآخر یہی فطرت ہے جو تمام اخلاقی مفاسد کی اصل اصول ہے اور اس سے زیادہ خدا اور مخلوق کے حقوق کی تباہی کی بنیاد باندھنے والی کوئی شئے نہیں اور بالآخر یہی تلخی آفرین طبیعت ہے جس نے اس عالم کو دار الکدورت اور بیت المحن بنا رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی کتاب حکیم نے جہاں چاہا ہے کہ اُس دوسرے عالم کا دارُ السلام اور بیت السرور ہونا ثابت کرے اور اس کی قابلِ رشک خوشیوں اور راحتوں کا نقشہ بالمقابل اس عالم کے دکھائے اِن الفاظ سے بہتر تجویز نہیں فرمائے:۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُتَقٰبِلِيْنَ

(سورة الحجر: 48)

یعنی بہشت میں وہ قوت ہی انسانوں کے سینہ سے نکال ڈالی جائے گی جو عداوتوں اور کینوں اور ہر قسم کے تفرقوں کی موجب ہوتی ہے۔ جس شخص میں اس وقت وہ موجود نہ ہو ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی عالم میں بہشتِ بریں کے اندر ہے۔ اور چونکہ یہ قوت ایک چشمہ کی طرح ہے اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ اور اخلاق کس پایہ اور کمال کے ہوں گے۔ اس بات کو اندرونِ خانہ کی خدمتگار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں، بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ تعجب سے دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے اور اپنے گرد و پیش کے عام عرف اور برتاؤ کے بالکل بر خلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور میں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ " مرزا بیوی دی گل بڑی مَن دا ھے "۔ ایک دن خود حضرت فرماتے تھے کہ '' فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی

برداشت کرنی چاہئیں''۔اور فرمایا ''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہوکر عورت سے جنگ کریں۔ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمامِ نعمت ہے۔اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں''۔

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بدزبانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔حضرت اس بات سے بہت کشیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا ''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیئے۔'' جن دنوں امرت سر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا۔اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔حضرت اُس دن جس کی شام کا واقعہ مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سر درد سے بیمار ہوگئے تھے۔شام کو جب مشتاقانِ زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے حضرت مجمع میں تشریف لائے۔منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بناء پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے آپ کو چاہیئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا الازماً آپ کے لئے ہر روز طیار ہونی چاہیئے۔

حضرت نے فرمایا:

''ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں''۔

اس پر ہمارے پرانے موحد خوش اخلاق نرم طبع مولوی عبداللہ غزنوی کے مرید منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں۔

''اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رُعب پیدا نہیں کرتے۔میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سرِ مو فرق آجائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں''۔

میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اُس وقت خوش ہوا۔اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب و آقا کے حق میں تھی اور میں خود فرطِ محبت سے اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لئے ہونی چاہیئے اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہوسکتا''۔اس بنا پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا موید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت اُن دنوں الہٰیات میں میری معرفت ہنوز بہت سا درس چاہتی تھی) بوڑھے صوفی اور عبداللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا کہ ہاں حضرت! منشی صاحب درست فرماتے ہیں۔حضور کو بھی چاہیئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسّم سے فرمایا ''ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیئے''۔

اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے میں ذکی الحس آدمی اور اُن دنوں تک عزت و بے عزتی کو دنیاداروں کی عرفی اصطلاح کے قالب میں ڈھالنے اور اپنے تئیں ہر بات میں کچھ سمجھنے اور ماننے والا بس خدا ہی خوب جانتا ہے کہ میں اُس مجمع میں کس قدر شرمندہ ہوا۔اور مجھے سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے ایک لحہ کے لئے بھی بوڑھے تجربہ کار نرم خُو صوفی کی پیروی کی۔برادران! اس ذکر سے جسے میں نے نیک نیتی سے لکھا ہے میری غرض یہ ہے کہ اس انسان میں جو مجبولاً پاکیزہ فطرت اور حقوق کا ادا کرنے والا اور اخلاقِ فاضلہ کا معلّم ہوکر آیا ہے اور دوسرے لوگوں میں جنہیں نفس نے مغالطہ دے رکھا ہے کہ وہ بھی کسی کی صحبت میں کوئی گھاٹی طے کرچکے ہیں اور ہنوز وَہبی اخلاق سے ذرہ بھی حصہ نہیں لیا، بڑا فرق ہے۔

ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی۔اُس بدمزاج دوست کا واقعہ سُن کر آپ معاشرت نسواں کے بارے میں دیر تک گفتگو کرتے رہے اور آخر میں فرمایا ''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے۔اور بااین ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع وخضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔

مجھے اس بات کے سُننے سے اپنے حال اور معرفت اور عمل کا خیال کرکے کس قدر شرم اور ندامت حاصل ہوئی بجز خدا کے کوئی جان نہیں سکتا۔میری روح میں اُس وقت میخ فولادی کی طرح یہ بات جاگزین ہوئی کہ یہ غیر معمولی تقویٰ اور خشیت اللہ اور دقائق تقویٰ کی رعایت معمولی انسان کا کام نہیں ورنہ میں اور میرے امثال سینکڑوں اسلام اور اتباعِ سنّت کے دعوے میں کم لاف زنی نہیں کیا کرتے اور اس میں شک نہیں کہ مُتعمّد بے باک اور حدودِ الہٰیہ سے متکبرانہ تجاوز کرنے والے بھی نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہ قوّتِ قدسیہ اور تیز شامہ ہمیں نہیں ملی یا اور عوارض

کے سبب سے کمزور ہوگئی ہے۔ہم بڑی سے بڑی سعادت اور اتقااس میں سمجھتے ہیں کہ موٹے موٹے گناہوں اور معاصی سے بچ رہیں اور بڑے ہی بیّن اور مرئی گناہوں کے سوا دقائق معاصی اور مشتبہات کی طرف ہم التفات نہیں کرتے۔ یہ خوردبیں کامل ایمان اور کامل عرفان اور کامل تقویٰ سے ملتی ہے جو حضرت اقدس اِمَـام الـزمـان علیه السلام کو عطا ہوئی ہے اور میں نے اُس وقت لسان اور جنان کے سچے اتفاق سے کہا اور تسلیم کیا کہ اگر اور ہزاروں باہرہ حجتیں آپ کے منجانب اللہ ہونے پر جو آفتاب سے زیادہ درخشاں ہیں نہ بھی ہوتیں جب بھی یہی ایک بات کہ غیر معمولی تقویٰ اور خشیت اللہ آپ میں ہے، کافی دلیل تھی۔

بڑے بڑے مرتاض صوفیوں اور دنیا و ما فیہا سے دل برداشتگی اور واسوختگی کے اشعار وردِ زباں رکھنے والے زاہدوں اور بڑے بڑے اتباع کے مدعیوں اور علماء رسوم کو دیکھا گیا ہے کہ جلوت میں ابنائے دنیا کے حضور گربہء مسکین کی طرح بیٹھتے ہیں اور ہرایک دقیقہ کے بعد سر اُٹھا کر اور سینہ اُبھار کر ایک آہ سرد بھر دیتے ہیں اور مشتاقانِ سخن کے انتظار شدید کے بعد بھی زبان پاک کو کلام سے اگرچہ موزوں اور برمحل کیوں نہ ہو آلودہ نہیں کرتے، گھر میں بدمزاج اور گرگ و پلنگ ہیں۔ھـنـدوستـان میں ایک نامی گرامی سجادہ نشین ہیں لاکھ سے زیادہ اُن کے مرید ہیں اور خدا کے قرب کا اُنھیں دعویٰ بھی بڑا ہے۔اُن کے بہت ہی قریب متعلقین سے ایک نیک بخت عورت کو کچھ مدت سے ہمارے حضرت کے اندرون خانہ میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرت اقدس کا گھر میں فرشتوں کی طرح رہنا نہ کسی سے نوک ٹوک نہ چھیڑ چھاڑ جو کچھ کہا گیا اسطرح مانتے ہیں جیسے ایک واجب الاطاعت مطاع کے امر سے انحراف نہیں کیا جاتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر وہ حیران ہو ہو جاتیں اور بارہا تعجب سے کہہ چکی ہیں کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب کا حال تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب باہر سے زنانہ میں آتے ہیں ایک ہنگامہ رُستخیز برپا ہو جاتا ہے۔اُس لڑکے کو گھور، اُس خادمہ سے خفا، اُس بچہ کو مار، بیوی سے تکرار ہو رہی ہے کہ نمک کھانے میں کیوں زیادہ یا کم ہوگیا یہ برتن یہاں کیوں رکھا ہے اور وہ چیز وہاں کیوں دھری ہے۔تُم کیسی پھوہڑ بدمذاق اور بے سلیقہ عورت ہو اور کبھی جو کھانا طبع عالی کے حسبِ پسند نہ ہو آگے کے برتن کو دیوار سے پٹخ دیتے ہیں اور بس ایک کہرام گھر میں مچ جاتا ہے۔عورتیں بلک بلک کر خدا سے دعا کرتی ہیں کہ شاہ صاحب باہر ہی رونق افروز رہیں۔غضِ بصر اور عفو اور چشم پوشی کی جزئیات بڑا لمبا مفصل مضمون چاہتی ہیں۔موٹی سے موٹی سمجھ کی کام کاج کرنے والی عورتیں ایسا یقین اس بات پر رکھتی ہیں جیسے اپنے وجود پر کہ حضرت کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ہفتوں مہینوں اندر صحن میں پھرا کریں اور عورتوں کے مجمع میں سے ہر روز کیوں نہ گزرا کریں کبھی بھی آنکھ اُٹھا کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے ہمیشہ نظر بر پشت پا دوختہ رہتے ہیں۔عجب سکون اور جمعیت باطن اور فوق العادۃ وقار اور حلم ہے کہ کیسا ہی شور اور غلغلہ برپا ہو جائے جو عموماً قلوب کو پرکاہ کی طرح اُڑا دیتا اور شور اور جائے شور کی طرف خواہ نخواہ کھینچ لاتا ہے، حضرت اُسے ذرہ بھر بھی محسوس نہیں کرتے اور مشوش الاوقات نہیں ہوتے۔ یہی ایک حالت ہے جس کے لئے اہل مذاق تڑپتے اور سالک ہزار دست و پا مارتے اور رو رو کر خدا سے چاہتے ہیں۔میں نے بہت سے قابل مصنّفوں اور لائق محرّروں کو سُنا اور دیکھا ہے کہ کمرہ میں بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں اور ایک چڑیا اندر گھس آئی ہے اُس کی چڑ چڑ سے اس قدر حواس باختہ اور سراسیمہ ہوئے ہیں کہ تفکر اور مضمون سب نقش بر آب ہوگیا اور اُسے مارنے نکالنے کو یوں لپکے ہیں جیسے کوئی شیر اور چیتا پر حملہ کرتا یا سخت اشتعال دینے والے دشمن پر پڑتا ہے۔ایک بڑے بزرگ صوفی صاحب یا قاضی صاحب کی بڑی صفت اُن کے پیرو جب کرتے ہیں یہی کرتے ہیں کہ وہ بڑے نازک طبع ہیں اور جلد برہم ہو جاتے ہیں اور تھوڑی دیر آدمی اُن کے پاس بیٹھے تو گھبرا جاتے ہیں اور خود بھی فرماتے ہیں کہ میری جان پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔مدت ہوئی ایک مقام پر میں خود اُنھیں دیکھنے گیا شاید دس منٹ سے زیادہ میں نہ بیٹھا ہوں گا جو آپ مجھ سے فرماتے ہیں کچھ اور کام بھی ہے۔اس میں شک نہیں کہ یہ جمعیت قلب اور کوہ وقاری اور حلم اکسیر ہے جس میں ہو اور یہی صفت ہے جس سے اولیاء اللہ مخصوص اور ممتاز کئے گئے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامہء قیامت برپا ہے۔بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں، چیخ رہی ہیں، چلاّ رہی ہیں یہاں تک کہ بعض آپس میں دست و گریبان ہو رہی ہیں اور پوری زنانہ کرتوتیں کر رہی ہیں مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں یہ ساری لانظیر اور عظیم الشان کتابیں عربی، اردو، فارسی کی ایسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔مسکرا کر فرمایا میں سنتا ہی نہیں تشویش کیا ہو اور کیوں کر ہو۔ایک دفعہ کا ذکر ہے مـحـمـود چار ایک برس کا تھا حضرت معمولاً

اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر کچھ دل میں آئی اُن مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں، سر اُٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسوّدے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاقِ عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اُس سے پوچھتے ہیں دُبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے۔ عورتیں، بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدانداں کہ اب کیا ہوگا۔ اور درحقیقت عادتاً ان سب کو علیٰ قدر مراتب بری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں، خُوب ہُوا اِس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہوگی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔ اس موقعہ پر بھی ابنائے زمانہ کی عادات سے مقابلہ کئے بغیر ایک نکتہ چیں نگاہ کو اس نظارہ سے واپس نہیں ہونا چاہیئے۔

ایسا ہی ایک دفعہ اتفاق ہوا جن دنوں حضرت تبلیغ لکھا کرتے تھے مولوی نور دین صاحب تشریف لائے۔ حضرت نے ایک بڑا بھاری دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خداداد پر حضرت کو ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کے لئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیئے۔ مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی واپسی پر کہ ہنوز راستہ ہی میں تھے مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دے دیں۔ مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے حضرت معمولاً اندر چلے گئے۔ میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہو رہا ہے۔ آپ نے نہایت بے تابی سے لوگوں کو دوڑایا کہ لیجیو پکڑیو لیکیو کاغذ راہ میں گر گیا۔ مولوی صاحب اپنی جگہ بڑے خجل اور حیران تھے کہ بڑی خِفّت کی بات ہے حضرت کیا کہیں گے یہ عجیب ہوشیار آدمی ہے ایک کاغذ اور ایسا ضروری کاغذ بھی سنبھال نہیں سکا۔ حضرت کو خبر ہوئی معمولاً ہشاش بشاش چہرہ تبسم زیرلب تشریف لائے اور بڑا عذر کیا کہ مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اسقدر دوادوش اور تگاپو کیوں کیا گیا۔ میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر ہمیں عطا فرماویگا۔

برادران! ان سب باتوں کی جڑ خدائے زندہ اور قادر کی ہستی پر ایمان ہے۔ یہ ایمان ہر وقت قویٰ کو زندہ اور تازہ رکھتا اور ہر قسم کی پژمردگی اور افسردگی سے بچاتا رہتا ہے جو دنیاداروں کو بسا اوقات بڑی بڑی شرمناک حرکات پر مجبور کرتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ کو سخت دردسر ہو رہا تھا اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا اور پاس حد سے زیادہ شوروغل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی فرمایا ہاں اگر چُپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے فرمایا آپ ان کو نرمی سے کہدیں میں تو کہہ نہیں سکتا۔ بڑی بڑی سخت بیماریوں میں الگ ایک کوٹھڑی میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں کہ گویا مزہ میں سو رہے ہیں۔ کسی کا گلہ نہیں کہ تو نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا اور تو نے ہمیں پانی نہیں دیا اور تو نے ہماری خدمت نہیں کی۔

میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص بیمار ہوتا ہے اور تمام تیماردار اُس کی بدمزاجی اور چڑچڑے پن سے اور بات بات پر بگڑ جانے سے پناہ مانگ اُٹھتے ہیں۔ اسے گالی دیتا ہے، اُسے گھورتا ہے اور بیوی کی تو شامت آجاتی ہے بیچاری کو نہ دن کو آرام نہ رات کو چین۔ کہیں تکان کی وجہ سے ذرہ اُونگھ گئی ہے بس پھر کیا خدا کی پناہ آسمان کو سر پر اُٹھا لیا۔ وہ بےچاری حیران ہے ایک تو خود چُور چُور ہو رہی ہے اور ادھر یہ فکر لگ گئی ہے کہ کہیں مارے غضب وغیظ کے اس بیمار کا کلیجہ پھٹ نہ جائے۔ غرض جو کچھ بیمار اور بیماری کی حالت ہوتی ہے خدا کی پناہ کون اس سے بے خبر ہے۔ برخلاف اس کے سالہا سال سے دیکھا اور سُنا ہے کہ جو طمانیت اور جمعیت اور کسی کو بھی آزار نہ دینا حضرت کے مزاج مبارک کو صحت میں حاصل ہے۔ وہی سکون حالت بیماری میں بھی ہے اور جب بیماری سے افاقہ ہوا معاً وہی خندہ روئی اور کشادہ پیشانی اور پیار کی باتیں۔ میں بسا اوقات عین اسوقت پہنچا ہوں جب کہ ابھی ابھی سر درد کے لمبے اور سخت دورہ سے آپ کو افاقہ ہوا۔ آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا ہے تو مسکرا کر دیکھا ہے اور فرمایا ہے اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اُسوقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ گویا آپ کسی بڑے عظیم الشان دل کشا نزہت افزا باغ کی سیر سے واپس آئے ہیں جو یہ چہرہ کی رنگت اور چمک دمک اور آواز میں خوشی اور لذت ہے۔ میں ابتدائے حال میں ان نظاروں کو دیکھ کر بڑا حیران ہوتا تھا اس لئے کہ میں اکثر بزرگوں اور حوصلہ اور مردانگی کے مدعیوں کو دیکھ چکا تھا کہ بیماری میں کیا چولہ بدل لیتے ہیں اور بیماری کے بعد کتنی کتنی مدت تک ایسے سڑیل

ہوتے ہیں کہ الامان۔ کسی کی تقصیر آئی ہے جو بھلے کی بات مُنہ سے نکال بیٹھے۔ بال بچے بیوی دوست کسی اوپرے کو دور سے ہی اشارہ کرتے ہیں کہ دیکھنا کالا ناگ ہے نزدیک نہ آنا۔ اصل بات یہ ہے کہ بیماری میں بھی ہوش وحواس اور ایمان اُسی کا ٹھکانے رہتا ہے جو صحت کی حالت میں مستقیم الاحوال ہو اور دیکھا گیا ہے کہ بہت سے تندرستی کی حالت میں مغلوب غضب شخص بیماری میں خالص دیوانے اور شدّتِ جوش سے مصروع ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں ایمان اور عرفان اور استقامت کے پرکھنے کے لئے بیماری بڑا بھاری معیار ہے جیسے سکر اور خواب میں بڑبڑانا اور خواب دیکھنا حقیقی تصویر انسان کی دکھا دیتا ہے۔ بیماری بھی مومن اور کافر اور دلیر اور بزدل کے پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی ہے۔ بڑا مبارک ہے وہ جو صحت کی حالت میں جوش اور جذبات نفس کی باگ کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیتا۔

برادران! چونکہ موت یقینی ہے اور بیماریاں بھی لابدی ہیں کوشش کرو کہ مزاجوں میں سکون اور قرار پیدا ہو۔ اسلام پر خاتمہ ہونا' جس کی تمنا ہر مسلمان کو ہے اور جو اُمید وبیم میں معلق ہے' اسی پر موقوف ہے کہ ہم صحت میں ثبات وتثبیت اور استقامت واطمینان پیدا کرنے کی کوشش کریں ورنہ اُس خوفناک گھڑی میں جو حواس کو سراسیمہ کر دیتی اور عقائد اور خیالات میں زلزلہ ڈال دیتی ہے تثبیت اور قرار دشوار ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ج

(سورۃ ابراھیم: 28)

یہ تثبیت یہی ہے جو میں حضرت خلیفۃ اللہ کی سیرت میں دکھا چکا ہوں۔ وہ انسان اور کامل انسان جس پر اس دنیا کی آگ' اس دنیا کی آفات اور مکروہات کی آگ' یہاں کچھ بھی اثر نہیں کر سکی وہ وہی مومن ہے جسے دوزخ کہے گی کہ اے مومن گزر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے۔ اے بہشت کو دونوں جیبوں میں اسی طرح موجود رکھنے والے برگزیدۂ خدا جس طرح آجکل لوگ جیبوں میں گھڑیاں رکھتے ہیں تُو یقیناً خدا سے ہے۔ ہاں تُو اس کثیف اور مکروہ دنیا کا نہیں ورنہ وجہ کیا کہ یہ دنیا اپنی آفات وامتحانات کے پہاڑ تیرے سر پر توڑتی ہے اور وہ یوں تیرے اوپر سے ٹل جاتے ہیں جیسے بادل سورج کی تیز شعاعوں سے پھٹ جاتے ہیں۔ لاکھوں انسانوں میں یہ تیرا نزالا قلب اور فوق العادت جمعیت اور سکون اور ٹھہرا ہوا مزاج جو تجھے بخشا گیا ہے یہ کس بات کی دلیل ہے یہ اس لئے ہے کہ تو صاف نتھر کر پہچانا جائے کہ تو زمینی نہیں ہے بلکہ آسمانی ہے۔ آہ! اس زمین کے فرزندوں نے تجھے نہیں پہچانا حق تو یہ تھا کہ آنکھیں تیری راہ میں فرش کرتے اور دلوں میں جگہ دیتے کہ تو **خدا کا موعود خلیفہ** اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کا خادم اور اسلام کو زندہ کرنے والا ہے۔

ہاں تو چشم پوشی اور فراخ حوصلگی کی کیا کیا تعریف کروں۔ ایک عورت نے اندر سے کچھ چاول چُرائے۔ چور کا دل نہیں ہوتا اور اس لئے اُس کے اعضا میں غیر معمولی قسم کی بے تابی اور اُس کا ادھر اُدھر دیکھنا بھی خاص وضع کا ہوتا ہے۔ کسی دوسرے تیز نظر نے تاڑ لیا اور پکڑ لیا۔ شور پڑ گیا۔ اُس کی بغل سے کوئی پندرہ سیر کی گٹھڑی چاولوں کی نکلی۔ اِدھر سے ملامت اُدھر پھٹکار ہو رہی تھی جو حضرت کسی تقریب سے اُدھر آ نکلے۔ پوچھنے پر کسی نے واقعہ کہہ سُنایا۔ فرمایا محتاج ہے، کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔ کبھی کسی سے باز پُرس نہیں کرتے کہ یہ تمہاری حرکات نازیبا ہیں اور تم نے کیا بیہودہ بکواس شروع کر رکھا ہے گھر بار میں رعب اور جلال ہے ہر ایک عورت اور بچہ کو جیسے یہ کامل یقین ہے کہ حضرت سزا دینے والے نہیں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادب اور ہیبت اور احترام اُن کے دلوں میں پلایا گیا ہے اور ڈرتے بھی ایسے ہیں جیسے کسی بڑے سخت گیر سے۔ میں اس ڈر اور ہیبت اور معاً محبت اور مودت کو نہ تو دنیا کے کسی پیرایہ میں بیان کر سکتا ہوں اور نہ کسی دنیا کے بیٹے کو سمجھا سکتا ہوں اس کو وہ مومن ہی خوب سمجھ سکتا ہے جس کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔ ایک طرف تو خدا کا جلال اور عظمت اور خشیت اور تقویٰ ایسے طور سے بیان کی گئی ہے کہ تصور سے پیٹھ کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور ایک جوان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور باایں ہمہ عُشاق اس کی طرف یوں بڑھتے ہیں جیسے شیر خوار بچہ ماں کی پستان کی طرف۔ حالانکہ فطرتاً انسان ڈراونی چیز سے بھاگتا ہے مگر وہ بات کیا ہے کہ روحیں، آگ اور پانی کے سمندروں کی کچھ بھی پروا نہ کر کے خدا سے ملنے کو تڑپتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مظہروں، اُس کے خلیفوں کی ہیبت اور عظمت اُس شخص کی مانند نہیں ہوتی جو قہر اور سطوت سے غصباً قلوب پر متمکن ہو جاتا اور ایک خوفناک زہریلے سانپ کی طرح غضب کے مقناطیسی اثر سے چھوٹے جانداروں کو بے ہوش کر دیتا ہے اور نہ اُن کا حلم اور فروتنی ایک بے غیرت بزدل کی سی ہوتی ہے جو لازماً ہر آنکھ اور دل سے اُتر جاتا ہے۔ اُن کی ہیبت، محبت اور پیار سے ملی ہوئی اور اُن کا پیار ادب اور عظمت کو ساتھ لئے ہوتا

ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے سایہ کے نیچے پاکیزگی اور طہارت اور عفت اور تقویٰ اور اوامر الٰہی کی پابندی آرام پاتی ہے اور شیطان اور اُس کی ذریت کو ان جگہوں میں دخل نہیں ملتا ورنہ ممکن ہے کہ گرفت نہ ہو کسی قسم کی کوئی دھمکی اور سزا نہ ہو اور نظام میں خلل نہ آجائے اور گھر سارے لوازم میں معاشرت کے عمدہ سے عمدہ محاسن کا قابل تقلید نمونہ ہو۔ایک تُند خُو جس کا نفس پر ذرا بھی قابو نہیں اور جو درحقیقت اپنے آپ میں ہر وقت جلتے ہوئے تنور میں پڑا ہے یہ سن کر جلد بول اٹھے گا اور انکار اور استبعاد سے میرے اس بیان کو دیکھے گا۔اس لئے کہ اُس کے نزدیک اصطلاحی رعب اور ادب اور غیرت قائم رکھنے کے لئے شیر کی طرح چیں بہ جبیں رہنا اور چیتے کی طرح مونچھوں کو تاؤ دیتے رہنا اور سیہہ (Porcupine) کے کانٹوں کی طرح کھڑا رکھنا ضروری ہے مگر اُس نے ٹھوکر کھائی ہے اور اُس کے شریر نفس نے اُسے سخت دھوکا دیا ہے۔کاش اُسے خبر ہوتی کہ اُس کا سارا گلہ اُس سے بیزار ہے اور وہ اُس وقت بڑے خوش ہوتے ہیں جب وہ گرگ وش گلہ بان اُن کے سر پر نہ ہو۔کبھی گھر میں حساب نہیں لیتے کہ جتنا تم نے مانگا تھا واقعی اُتنا خرچ بھی ہوا اور کہاں کہاں ہوا اور اتنا زیادہ لیا گیا۔اور فلاں چیز اُس اندازہ سے کم ہے اور اُن اخراجات اور آمدنیوں کے لئے کوئی حساب کتاب یا بہی کھاتہ نہیں۔خدا تعالیٰ نے آپ کا قلب ایسا وسیع اور صدر ایسا منشرح بنایا ہے کہ ان امور کی فکریں اور کاوشیں اور یہ مادی تجسس اُس میں دخل پا ہی نہیں سکتے۔میں مانتا ہوں کہ ایک دنیا دار جسکا خدا اپنا ہی ناتوان نفس ہے یہ چال اختیار نہیں کرسکتا اور نہ کرنی چاہتا ہے اور اگر وہ تکلف سے اختیار بھی کرے تو ممکن ہے کہ اُس کا سارا شیرازہ اُدھڑ جائے اور تار و پود ٹوٹ پھوٹ جائے مگر زندہ اور قادر خدا پر ایمان رکھنے والوں کے قول اور فعل نرالے ہی ہوتے ہیں۔اُن کی راستی اور خدا پر غیر مذبذب بھروسہ میں نامراد نہ ہونے کا صاف ثبوت یہی ہے کہ سب سے زیادہ مستقیم الاحوال اور اُن متحمل اور ممکن تباہیوں اور خانہ ویرانیوں سے محفوظ ہیں جو ایسی صورتوں میں ایک دنیا دار کے خیال و گمان میں آتی ہیں۔اور درحقیقت خدا والوں کو ان جز رسیوں اور بہی کھاتوں کی فکروں سے جو شامت اعمال اور عدم تقویٰ سے کلاب الدنیا کے طائر عقل ہو رہی ہیں کیا تعلق ہے۔ایک روز حضرت اقدسؑ فرماتے تھے اگر انسانوں میں تقویٰ ہوتا تو پرندوں کی طرح بھوکے نکلتے اور پیٹ بھر کر واپس آتے۔درحقیقت یہ آگ طلب دنیا کی جس نے آدم کے بیٹے کو کتے کی جنس سے بنا دیا ہے کہ ہر وقت ہانپتا رہتا اور ایک اندرونی جلن ہے جو اسے لگی ہوئی ہے۔اس کی جڑ خدا کے وعدوں پر یقینی اعتماد اور توکل نہ ہونا اور اپنے ہی قویٰ کو اُمید و بیم کا مرجع ٹھہرانا ہے۔سو طالب بھی ضعیف اور مطلوب بھی ضعیف نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ اسے کبھی قرار نہ آئے۔آج مادی دنیا کے آگے یہ باتیں ہنسی ہیں اور وہ ایسے لوگوں کو بڑی فراخ حوصلگی سے نیم مجنون اور مخبط الحواس کا لقب دیتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ وہ اس سائنس سے بے خبر ہیں اور ہوا پرستی نے خدا پرستی کے قویٰ اور حواس تباہ کر دئے ہیں۔

الغرض حضرت کو ہر متنفس پر وثوق ہے اور بالبداہت ہر ایک کو سچا سمجھتے ہیں۔کیسی ہی خستہ حال اور گھناؤنی صورت و وضع کی کوئی عورت ہو جس کو دیکھ کر ایک بدظن اور اس عالم کا تیز حس یہ چاہے کہ اس کے آگے سے دور ہو جائے اور وہ بات کرے تو کان بند کر لے اور اس سے پہلے آنکھ پر اور ناک پر ہاتھ اور اُنگلی رکھ دے حضرت ہیں کہ گھنٹوں ایسی جمعیت اور قرار سے اُسکی بات سُنے جا رہے ہیں کہ گویا ایک عندلیب شیریں مقال چہچہا رہی ہے یا ایک طوطی عذب البیان ہے جو دلچسپ نقل لگا رہی ہے۔کیسی بے تکی اور بے معنی باتیں کوئی کرے کبھی ایک اشارہ تک نہیں کیا کہ تیری باتیں فضول محض ہیں اور اُن کا سُننا اوقات کا خون کرنا ہے اور جو واقعہ سُنایا گیا اُسکی تکذیب نہیں کی جو سودا لائی ہے اس کی چگونگی کی نسبت باز پُرس نہیں اور جو کچھ خرچ کیا اور جو کچھ واپس دیا ہے آنکھ بند کر کے لیا اور جیب میں ڈال لیا ہے۔گاؤں کے بہت ہی گمنام اور پست ہمت اور وضیع فطرت جولاہوں کے لڑکے اندر خدمت کرتے ہیں اور بیسیوں روپوں کے سودے لاتے اور بار ہا لاہور جاتے اور ضروری اشیاء خرید لاتے ہیں کبھی گرفت نہیں، سختی نہیں، باز پرس نہیں۔خدا جانے کیا قلب ہے اور درحقیقت خدا ہی ان قلوب مطہرہ کی حقیقت جانتا ہے جس نے خاص حکمت اور ارادہ سے انہیں پیدا کیا ہے اور کیا ہی سچ فرمایا ہے:

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ط...

(سورۃ الانعام:125)

میں نے خاص غور کی اور ڈھونڈ کی ہے۔آنکھ لگائی ہے کان اور ایسے اوقات میں ایک نکتہ چیں ریویو نویس کا دل و دماغ لے کر اس نظارہ کا تماشائی بنا ہوں۔مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری آنکھ اور کان ہر دفعہ میرے ایمان اور عرفان کو بڑھانے والی بات ہی لائے اتنے دراز عرصہ میں میں نے کبھی بھی نہیں سُنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پرس ہو رہی ہے۔سبحان اللہ کیا سکون زا دل اور پاک فطرت ہے جس میں سوء ظن کا شیطان نشیمن بنا

نہیں سکا۔اور کیا ہی قابل رشک بہشتی دل ہے جسے یہ آرام بخشا گیا ہے۔اور پھر کوئی نقصان اور مضرت عائد حال نہیں ظاہر ہے کہ اگر یہ اغماض اور اعتماد عام معاش اور معاد کی میزان میں کم وزن ہو یعنی نظام عالم اور خدا کی نگاہ میں مکروہ ہو تو کارخانہ درہم برہم ہو جانا چاہئے۔مگر دن دونی رات چوگنی ترقی گواہ ہے کہ خدا ایسے ہی دلوں کو پیار کرتا ہے۔اگر کبھی کوئی خاص فرمائش کی ہے کہ وہ چیز ہمارے لئے تیار کردو اور عین اُس وقت کسی ضعف یا عارضہ کا مقتضا تھا کہ وہ چیز لازماً تیار ہی ہوتی اور اُس کے انتظار میں کھانا بھی نہیں کھایا اور کبھی کبھی جو لکھنے یا توجہ الی اللہ سے نزول کیا ہے تو یاد آگیا ہے کہ کھانا کھانا ہے اور منتظر ہیں کہ وہ چیز آتی ہے۔آخر وقت اُس کھانے کا گزر گیا اور شام کے کھانے کا وقت آگیا ہے اُس پر کوئی گرفت نہیں۔ اور جو نرمی سے پوچھا ہے اور عذر کیا گیا ہے کہ دھیان نہیں رہا تو مسکرا کر الگ ہو گئے ہیں۔اللہ اللہ ادنیٰ خدمتگار اور اندر کی عورتیں جو کچھ چاہتی ہیں پکاتی کھاتی ہیں اور ایسا تصرف ہے کہ گویا اپنا ہی گھر اور اثاث البیت ہے۔اور حضرت کے کھانے کے متعلق کبھی ذہول اور تغافل بھی ہو جائے تو کوئی گرفت نہیں۔کبھی نرم لفظوں میں بھی یہ نہ کہا کہ دیکھو یہ کیا حال ہے تمہیں خوف خدا کرنا چاہئے۔یہ باتیں ہیں جو یقین دلاتی ہیں کہ سرورِ عالم ﷺ کا فرمانا سچ ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں سے کھاتا پیتا ہوں۔اور حضرت امام علیہ السلام بھی فرماتے ہیں ؎

مَن میزیَم بوَحیِ خدائے کہ با من است
پیغامِ اُوست ، چُوں نفسِ رُوحِ پرورم

حقیقت میں اگر یہ سچ نہ ہو تو کون تاب لاسکتا ہے اور ان فوق العادت فطرت رکھنے والے انسانوں کے سوا کس کا دل گردہ ہے کہ ایسے حالات پر قناعت کر سکے۔مجھے یاد ہے کہ حضرت لکھ رہے تھے ایک خادمہ کھانا لائی اور حضرت کے سامنے رکھ دیا۔اور عرض کیا کھانا حاضر ہے فرمایا خوب کیا مجھے بھوک لگ رہی تھی اور میں آواز دینے کو تھا،وہ چلی گئی اور آپ پھر لکھنے میں مصروف ہو گئے اتنے میں کُتا آیا اور بڑی فراغت سے سامنے بیٹھ کر کھانا کھایا اور برتنوں کو بھی خوب صاف کیا اور بڑے سکون اور وقار سے چلدیا۔اللہ اللہ ان جانوروں کو بھی کیا عرفان بخشا گیا ہے۔وہ کُتا اگر چہ رکھا ہوا اور سدھا ہوا نہ تھا مگر خدا معلوم اُسے کہاں سے یہ یقین ہو گیا اور بجا یقین ہو گیا کہ یہ پاک وجود بے شر اور بے ضرر وجود ہے اور یہ وہ ہے جس نے کبھی چیونٹی کو بھی پاؤں تلے نہیں مسلا اور جس کا ہاتھ کبھی دشمن پر بھی نہیں اُٹھا۔غرض ایک عرصہ کے بعد ہاں ظہر کی اذان ہوئی تو آپ کو پھر کھانا یاد آیا۔آواز دی خادمہ دوڑی آئی اور عرض کیا کہ میں تو مدت ہوئی کھانا آپ کے آگے رکھ کر آپکو اطلاع کر آئی تھی۔اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا اچھا تو اب شام کو ہی کھائیں گے۔

آپ کے حلم اور طرز تعلیم اور قوت قدسیہ کی ایک بات مجھے یاد آئی ہے:

دو سال کی بات ہے تقاضائے سن اور عدم علم کی وجہ سے اندر کچھ دن کہانی کہنے اور سُننے کا چسکا پڑ گیا۔آدھی رات گئے تک سادہ اور معصوم کہانیاں اور پاک دل بہلانے والے قصے ہو رہے ہیں اور اُس میں عادتاً ایسا استغراق ہوا کہ گویا وہ بڑے کام کی باتیں ہیں۔حضرت کو معلوم ہوا مُنہ سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ایک شب سب کو جمع کر کے کہا آؤ آج ہم تمہیں اپنی کہانی سُنائیں۔ایسی خدالگتی اور خوف خدا دلانے والی اور کام کی باتیں سُنائیں کہ سب عورتیں گویا سوتی تھیں اور جاگ اُٹھیں۔سب نے توبہ کی اور اقرار کیا کہ وہ صریح بھول میں تھیں اور اس کے بعد وہ سب داستانیں افسانہ خواب کی طرح یادوں ہی سے مٹ گئیں۔ایسے موقعہ پر ایک تندخُو مصلح جو کارروائی کرتا اور بے فائدہ اور بے نتیجہ حرکت کرتا ہے کون نہیں جانتا۔ممکن ہے کہ ایک بدمزاج، بدزبان ظاہر میں ڈنڈے کے زور سے کامیاب ہو جائے مگر وہ گھر کو بہشت نہیں بنا سکتا۔ ہمارے حضرت کی سیرت اُس کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ حضرت کی زوجہ محترمہ آپ سے بیعت ہیں اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر صدقِ دل سے ایمان رکھتی ہیں۔سخت سے سخت بیماریوں اور اضطراب کے وقتوں میں جیسا اعتماد انہیں حضرت کی دعا پر ہے کسی چیز پر نہیں۔وہ ہر بات میں حضرت کو صادق و مصدوق مانتی ہیں جیسے کوئی جلیل سے جلیل اصحابی مانتا ہے اُن کے کامل ایمان اور راسخ اعتقاد کا ایک بیّن ثبوت سُنیئے۔عورتوں کی فطرت میں سَوت کا کیسا برا تصور ودیعت کیا گیا ہے۔کوئی بھیانک قابل نفرت چیز عورت کے لئے سَوت سے زیادہ نہیں۔عربی میں سَوت کو **ضـــرّہ** کہتے ہیں۔حضرت کی اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دُور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے۔حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو رو کر دعائیں کی ہیں اور بار ہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدقِ دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے مُنہ کی باتیں پوری ہوں اور اُن سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور

جھوٹ کا زوال وابطال ہو۔ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں۔آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں۔حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپ کے مُنہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں۔خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں۔

بــرادران! یہ ایمان تو میں مسلمانوں کے مردوں میں بھی نہیں دیکھتا۔ کیا ہی مبارک ہے وہ مرد اور مبارک ہے وہ عورت جن کا تعلق باہم ایسا سچا اور مصفا ہے اور کیا بہشت کا نمونہ وہ گھر ہے جس کا ایسا مالک اور ایسے اہلِ بیت ہیں۔میرا اِعتقاد ہے کہ شوہر کے نیک و بد اور اُس کے مکار اور فریبی یا راستباز اور متقی ہونے سے عورت خوب آگاہ ہوتی ہے۔حقیقت میں ایسے خلاملا کے رفیق سے کونسی بات مخفی رہ سکتی ہے۔میں ہمیشہ سے رسول کریم ﷺ کی نبوت کی بڑی محکم دلیل سمجھا اور مانا کرتا ہوں۔آپ کے ہم عمر اور محرم راز دوستوں اور ازواجِ مطہرات کے آپ پر صدق دل سے ایمان لانے اور اس پر آپکی زندگی میں اور موت کے بعد پورے ثبات اور وفاداری سے قائم رہنے کو صحابہ کو ایسی شامہ اور کامل زیرکی بخشی گئی تھی کہ وہ اُس محمدؐ میں جو

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(سورة الكهف:111)

کہتا اور اُس محمد ﷺ میں جو

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

(سورة الاعراف: 159)

کہتا صاف تمیز کرتے۔وہ بےغش اخوان الصفا اور آپ کی بیبیاں جیسی اُس محمدؐ سے جو بشرِ محض ہے ایک وقت انبساط اور بے تکلفی سے گفتگو کرتے اور کبھی کبھی معمولی کاروبار کے معاملات میں پس وپیش اُور ردّ وقدح بھی کرتے ہیں اور ایک وقت ایسے اختلاط اور موانست کی باتیں کر رہی ہیں کہ کوئی حجاب حشمت اور پردۂ تکلف درمیان نہیں وہی دوسرے وقت محمد رسول ﷺ کے مقابل یوں سرنگوں اور متادب بیٹھے ہیں گویا لٹھے ہیں جن پر پرندے بھی بے باکی سے گھونسلا بنا لیتے ہیں اور تقدم اور رفع صوت کو آپکی حضور میں حبط اعمال کا موجب جانتے ہیں اور ایسے مطیع ومنقاد ہیں کہ اپنا ارادہ اُور اپنا علم اُور اپنی رسم اور اپنی ہوا اَمرِ رسولؐ کے مقابل یوں ترک کر دیتے ہیں گویا وہ بے عقل اور بے ارادہ کٹھ پُتلیاں ہیں ایسی مخلصانہ اطاعت اور خودی اور خود رائی کی کینچلی سے صاف نکل آنا ممکن نہیں جب تک دلوں کو کسی کے سچے بے ریا اور منجانب اللہ زندگی کا زندہ یقین پیدا نہ ہو جائے۔اسی طرح میں دیکھتا ہوں حضرت اقدس کو آپ کی بی بی صاحبہ صدقِ دل سے مسیح موعود مانتی ہیں اور آپ کی تبشیرات سے خوش ہوتی اور انذارات سے ڈرتی ہیں۔غرض اس برگزیدہ ساتھی کو برگزیدۂ خدا سے سچا تعلق اور پورا اتفاق ہے اور علیٰ ہذا جتنا جتنا آپ کا کوئی گہرا دوست اور واقف کار جلیس ہے وہ اُسی اندازہ پر آپ کی راستی کا قائل ہے اور جتنا دراز عرصہ کوئی آپ کی خدمت میں رہے وہ محبت اور نیک گمان میں دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ترقی کر جاتا ہے۔حضرت کا حوصلہ اور حلم یہ ہے کہ میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا ہے آپ اوپر دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کر رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں۔ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور مُنہ سے بھی کہا ہے ''ابا بُوا کھول''۔آپ وہیں اُٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے۔کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور اِدھر اُدھر جھانک تانک کر اُلٹے پاؤں نکل گیا ہے۔حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے۔دو ہی منٹ گزرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں اور چلاّ رہے ہیں'' ابا بُوا کھول'' آپ پھر بڑی اطمینان سے اور جمعیت سے اُٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے۔بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھستا ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ مُنہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے۔حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں۔کوئی پانچ ہی منٹ گزرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ ابا بُوا کھول اور آپ اُٹھ کر اُسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں اور مُنہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔میں نے ایک دفعہ گِنا کوئی بیس (20) دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے مُنہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

بعض اوقات دوا درمل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں۔" مِرجا جی جَرا بُوَا کھولو تــــاں" حضرت اسی طرح اُٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ

پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سُن رہے ہیں زبان سے یا اشارہ سے اُسکو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں۔ اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے۔ اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سُست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔ میں نے بچوں کا ذکر کیا ہے عام خدمتگار عورتوں کی نسبت بھی آپ کا یہی رویہ ہے کئی کئی دفعہ ایک آتی اور مطلوب چیز مانگتی ہے اور پھر پھر اُس چیز کو مانگتی ہے ایک دفعہ بھی آپ نہیں فرماتے کہ کمبخت کیوں دق کرتی ہے جو کچھ لینا ہے ایک ہی دفعہ کیوں نہیں لے لیتی۔ بارہا میں نے دیکھا ہے اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سُنا رہے ہیں اور گھنٹوں سُنائے جا رہے ہیں اور حضرت ہیں کہ بڑے مزہ سے سُنے جا رہے ہیں گویا کوئی مثنوی مُلّائے روم سُنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں اور بے جا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں آپ نہ تو کبھی مارتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔

محمود کوئی تین برس کا ہوگا آپ لُدھیانہ میں تھے میں بھی وہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے اِدھر اُدھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرت اُسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چُپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپ نے کہا دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے۔ بچہ نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چُپ ہوا۔ پھر وہی رونا اور چلاّنا اور یہ کہنا شروع کر دیا ''ابا تارے جانا'' کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا۔ آپ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا ''یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اُس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکالی'' آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا چُپ ہو گیا۔ مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپ کی زبان سے نہ نکلا۔ بات میں بات آگئی حضرت بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے ایسی کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے جیسے جب سُن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا حضرت بہت متاثر ہوئے اور اُنھیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ فرمایا ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ (حق، ناقل) پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ فرمایا جسطرح اور جسقدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ فرمایا میں التزاماً چند دُعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں:

1۔ اول اپنے نفس کے لئے دُعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

2۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

3۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

4۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام اور

5۔ پھر اُن سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم اُنھیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

اور اسی ضمن میں فرمایا حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔ ہاں پھر فرمایا ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے۔ آپ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسہ میں جو اُستاد مارنے کی عادت رکھتا اور اپنی اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہوا سے یک لخت موقوف کردو۔

فرمایا ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعدا ورآداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔

برادران! حضرتِ اقدس کے اس عمل سے سبق لینا چاہئے۔ ہماری جماعت میں بعض ایسے بھی ہیں جو بڑے بڑے اونچے دعوے کرتے اور معرفت کی ساری منزلوں کو طے کر جانے کے مدعی ہیں مگر اشتعال کے وقت اور پھر ادنیٰ سی باتوں پر درندے بن جاتے ہیں اور اپنے بچوں سے اُن کا سلوک اچھا نہیں۔ وہ مارنے کو فرض جانتے ہیں اور اس پر بڑے دلائل لاتے ہیں، اُمید ہے کہ اس کے بعد تبدیلی کریں گے۔

حضرت مکان اور لباس کی آرایش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے حضور کا یہ پایہ اور منزلت ہے کہ اگر چاہیں تو آپ کے مکان کی اینٹیں سنگ مرمر کی ہو سکتی ہیں اور آپ کے پا انداز سندس واطلس کے بن سکتے ہیں مگر بیٹھنے کا مکان ایسا معمولی ہے کہ زمانہ کی عرفی نفاست اور صفائی کا جان دادہ تو ایک دم کے لئے وہاں بیٹھنا پسند نہ کرے۔ میں نے بارہا وہ تخت لکڑی کا دیکھا ہے جس پر آپ گرمیوں میں باہر بیٹھتے ہیں۔ اُس پر مٹی پڑی ہوئی ہے اور میلا ہے۔ جب بھی آپ نے نہیں پوچھا اور جو کسی نے خدا کا خوف کر کے مٹی جھاڑ دی ہے جب بھی التفات نہیں کیا کہ آج کیسا پاک اور صاف ہے۔ غرض اپنے کام میں اس قدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی مطلق پرواہ نہیں۔ جب مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنوانے کی ضرورت پیش آئی ہے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے اتنا ہی کام کرو جو چندروز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندہ سے صاف کر رہا تھا، روک دیا اور فرمایا یہ محض تکلف ہے اور ناحق کی دیر لگانا ہے مختصر کام کرو۔ فرمایا اللہ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں۔ اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چندروز گزارہ کرلیں۔ اور فرمایا میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے۔ برادران! یہ باتیں سچی ہیں اور واقعات ان کے گواہ ہیں مکان اندر اور باہر نیچے اور اوپر مہمانوں سے کشتی کی طرح بھرا ہوا ہے اور حضرت کو بھی بقدر حصہ رسدی بلکہ تھوڑا سا ایک حصہ رہنے کو ملا ہوا ہے اور آپ اُس میں یوں رہتے ہیں جیسے سرائے میں کوئی گزارہ کرتا ہے اور اُس کے جی میں کبھی نہیں گزرتا کہ یہ میری کوٹھڑی ہے۔

لباس کا یہ حال ہے کہ پشمینہ کی بڑی قیمتی چادر ہے جس کی سنبھال اور پڑتال میں ایک دنیادار کیا کیا غور و پرداخت کرتا اور وقت کا بہت سا حصہ بے رحمی سے اسی کی پرستش میں صرف کر دیتا ہے۔ حضرت اُسے اس طرح خوار کر رہے ہیں کہ گویا ایک فضول کپڑا ہے۔ واسکٹ کے بٹن نیچے کے ہول میں بند کرنے سے آخر رفتہ رفتہ سبھی ٹوٹ جاتے ہیں ایک دن تعجب سے فرمانے لگے کہ بٹن کا لگانا بھی تو آسان کام نہیں ہمارے تو سارے بٹن جلدی ٹوٹ جاتے ہیں اور فرمایا حقیقت میں ان میں تضیع اوقات بہت ہے اگرچہ آرام بھی ہے۔

فرمایا میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے اور فرمایا کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔ اور فرمایا جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام

کرلیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہوجائے۔فرمایا ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔

جاڑے کا موسم تھا محمود نے جو اُس وقت بچہ تھا آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈالدی۔آپ جب لیٹیں وہ اینٹ چُبھے۔میں موجود تھا آپ حامد علی سے فرماتے ہیں حامد علی چندروز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اُس کا ہاتھ اینٹ سے جالگا جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا یہ اینٹ تھی جو آپ کو چُبھتی تھی۔مُسکرا کرفرمایا ''او ہو چندروز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا''۔ غرض لباس سے آپ کو دل چسپی نہیں بے شک ایک دنیا پرست حقیقت ناشناس ظاہر میں اچھا لباس دیکھ کر اِس کُنہ میں پے نہیں لے جاسکتا اور قریب ہے کہ وہ اپنے نفس پر قیاس کر کے کہے کہ آپ کو اچھے لباس سے تعلق ہے۔مگر رات دن کے پاس بیٹھنے والے اس بے التفاتی کی حقیقت کو خوب سمجھتے ہیں۔ایک روز فرمایا کہ ہم تو اپنے ہاں کے کاتے اور بُنائے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے اب خدا تعالیٰ کی مرضی سے یہ کپڑے لوگ لے آتے ہیں۔ہمیں تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان میں اور اُن میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتا۔

آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔زمین پر آپ بیٹھے ہوں اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوں،آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لُدھیانہ گئے ہوئے تھے۔جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اُس پر لیٹ گیا۔حضرت ٹہل رہے تھے میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔میں ادب سے گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اُٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں۔مُسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرا دے رہا تھا۔لڑکے شور کرتے تھے اُنھیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔

باہر مسجد مبارک میں آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی۔ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔آپ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اسطرح مجتمع ہوکر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمت کر تیرتا ہے۔میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حقدار کی طرف اشارہ کردیا ہے۔آپ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں۔ ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپ کو مخصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔جو جو کچھ چاہتا ہے بے تکلفی سے عرض کرلیتا ہے۔گھنٹوں کوئی اپنی داستان شروع رکھے اور وہ کیسی ہی بے سروپا کیوں نہ ہو آپ پوری توجہ سے سُنتے جاتے ہیں۔بسا اوقات حاضرین سُنتے سُنتے اُکتا گئے ہیں،انگڑائیاں اور جمائیاں لینے لگ گئے ہیں مگر حضرت کی کسی حرکت نے ایک لحظہ کے لئے بھی کبھی کوئی ملال کا نشان ظاہر نہیں کیا۔آپ کی مجلس کا یہ رنگ نہیں کہ آپ سرنگوں اور متفکر بیٹھے ہوں اور حاضرین سامنے حلقہ کئے یوں بیٹھے ہوں جیسے دیواروں کی تصویریں ہیں بلکہ وقت کے مناسب آپ تقریر کرتے ہیں اور کبھی کبھی مذاہب باطلہ کی تردید میں بڑے زور وشور سے تقریر فرماتے ہیں گویا اُس وقت آپ ایک عظیم الشان لشکر پر حملہ کررہے ہیں اور ایک اجنبی ایسا خیال کرتا ہے کہ ایک جنگ ہورہی ہے۔ آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا (علے صاحبہا الصلوۃ والسلام) رنگ ہے۔حضرت سرورِ عالم ﷺ کی مسجد ہی آپ کی انجمن تھی اور وہی ہر قسم کی ضرورتوں کے پورا کرنے کی جگہ تھی ایک درویش دنیا سے قطع کر کے جنگل میں بیٹھا ہوا اور اپنے تئیں اسی شغل بے شغلی میں پورا با خدا سمجھنے والا اگر ایسے وقت میں آپ کی مسجد میں آجائے کہ جب آپ جہاد کی گفتگو کررہے ہیں اور ہتھیاروں کو صاف کرنے اور تیز کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو وہ کیا خیال کرسکتا ہے کہ آپ ایسے رحیم کریم ہیں کہ **رحمۃ للعلمین** ہونے کا حق اور بجا دعویٰ کر رکھا ہے اور ساری دُنیا سے زیادہ خدا اور اس کی مخلوق کے حقوق کی رعایت رکھنے والے ہیں۔اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خوکردہ تھا ہماری مسجد میں آیا۔لوگوں کو آزادی سے آپ سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہوگیا۔آپ سے کہا کہ آپ کی مسجد میں ادب نہیں لوگ بے محل بات چیت آپ سے کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا میرا یہ مسلک نہیں کہ میں ایسا تُند خُو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔میں تو بُت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں

اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔

آپ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر و غائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ میں نے بارہا سُنا ہے اندر اپنی زوجہ محترمہ سے آپ گفتگو کر رہے ہیں اور اس اثنا میں کسی خادم کا نام زبان پر آ گیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں۔ کبھی ''تُو'' کر کے کسی کو خطاب نہیں کرتے۔ تحریروں میں جیسا آپ کا عام رویہ ہے ''حضرت اخویم مولوی صاحب اور اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب'' اسی طرح تقریر میں بھی فرماتے ہیں: ''حضرت مولوی صاحب یوں فرماتے تھے۔'' میں نے اکثر فقراء اور پیروں کو دیکھا ہے وہ عار سمجھتے ہیں اور اپنے قدر کی کاہش خیال کرتے ہیں اگر مرید کو عزت سے یاد کریں۔ کیسر شاہ ایک رند بے باک فقیر تھا۔ اُس کا بیٹا کوئی 25,24 برس کی عمر کا تھا۔ سخت بے باک، شراب خوار اور تمام قسم کی منہیات کا مرتکب تھا۔ وہ سیالکوٹ میں آیا۔ شیخ اللہ داد صاحب مرحوم محافظ دفتر جو شہر میں معزز اور اپنی ظاہری وجاہت کے سبب سے مانے ہوئے تھے۔ بدقسمتی اور علم دین سے بے خبر ہونے کے سبب سے اُس کے باپ کے مرید تھے۔ وہ لڑکا آپ کے مکان میں اُترا میں نے خود دیکھا کہ وہ شیخ صاحب سے جب مخاطب ہوتا ان ہی لفظوں میں ہوتا ''اللہ دادا بھائی توں ایہہ کم کرناں''۔ غرض بڑے بڑے شیخ اور پیر دیکھے گئے ہیں اُنہیں ادب اور احترام سے اپنے متوسلین کے نام لینا گویا بڑی بدکاری کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے۔ میں نے اتنے دراز عرصہ میں کبھی نہیں سُنا کہ آپ نے مجلس میں کسی ایک کو بھی ''تُو'' کر کے پکارا ہو یا خطاب کیا ہو۔ اس بات کی طرف ہماری جماعت کو خصوصاً لاہوری احباب کو خاص توجہ کرنی چاہئے۔ اُن میں مَیں نے دیکھا ہے ایک دوسرے کا نام ادب سے لیا نہیں جاتا۔ ابھی ایک نوجوان قادیان میں آئے تھے وہ احباب کے ذکر کے سلسلہ میں جب کسی کا ذکر آیا ضمیر واحد اور فعل واحد کا استعمال کرتے تھے جیسے کوئی معمولی حقیر لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔ افسوس بہت سے ہنوز اس حقیقت سے غافل ہیں کہ ادب کس قدر پاکیزگی اور طہارت دلوں میں پیدا کرتا اور اندر ہی اندر محبت کا بیج بو دیتا ہے وہ اپنے نفسوں کو مغالطہ دیتے ہیں جب خیال کرتے ہیں یا مُنہ سے کہتے ہیں کہ وہ آپس میں بے تکلف دوست ہیں۔ اگر وہ پاک جماعت بننا چاہتے ہیں اور مبارک دنوں کے اُمیدوار ہیں تو آپس میں چھوٹے بڑے کا امتیاز اُٹھا دیں اور ذات پات اور شریف و وضیع کے خیال کو پاؤں تلے مسل ڈالیں اور ہر ایک سے روبرو ادب واحترام سے پیش آئیں اور غیبت میں ادب سے نام لیں اور ذکر کریں اُسوقت یوں ہوگا کہ خداوند کریم

وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلٍّ

(سورۃ الاعراف: 44)

الآیہ کا مصداق اُنھیں بنا دے گا اور وہ دنیا کے لئے شہدا اور مصلح ہوں گے۔ آپ کی ملاقات کی جگہ عموماً مسجد ہی ہے۔ آپ اگر بیمار نہ ہوں تو برابر پانچ وقت نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور نماز باجماعت کے لئے ازبس تاکید کرتے ہیں اور بارہا فرمایا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کسی بات کا رنج نہیں ہوتا کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے۔ مجھے یاد ہے جن دنوں آدمیوں کی آمد و رفت کم تھی آپ بڑی آرزو ظاہر کیا کرتے تھے کہ کاش اپنی ہی جماعت ہو جس سے مل کر پانچ وقت نماز پڑھا کریں اور فرماتے تھے میں دعا میں مصروف ہوں اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا منظور کرے گا آج خدا کا یہ فضل ہے کہ پانچوں نمازوں میں اپنے ہی آدمی اَسّی نوے سے کم نہیں ہوتے۔ فریضہ ادا کرنے کے بعد آپ معاً اندر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور تصنیف کے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں۔ کھانا بھی وہیں دوستوں میں مل کر کھاتے ہیں اور عشاء کی نماز پڑھ کر اندر جاتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا بھی باہر احباب میں مل کر کھاتے ہیں۔ اُس وقت بھی کسی نہ کسی بات پر تقریر ہو جاتی ہے۔ آپ کی ہر ادا سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی حبّ جاہ اور علو نہیں اور آپ جلوت میں محض خدا تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی خاطر بیٹھتے ہیں۔ فرمایا اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے تو اُس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں۔ مجھے تو کشاں کشاں میدان عالم میں اُنہوں نے نکالا ہے۔ جو لذت مجھے خلوت میں آتی ہے اُس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔ میں قریب 25 سال تک خلوت میں بیٹھا رہا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربارِ شہرت کی کُرسی پر بیٹھوں۔ مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں مگر اَمرِ آمِر سے مجبور ہوں۔ فرمایا میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بنا پر ہے۔ آپ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بے باکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی

آپ کے دعویٰ کے متعلق ہو بڑی نرمی سے جواب دیتے اور تحمل سے کوشش کرتے ہیں کہ آپ کا مطلب سمجھ جائے۔ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد وگرم زمانہ دیدہ وچشیدہ ظاہر کرتا تھا ہماری مسجد میں آیا اور حضرت سے آپ کے دعوے کی نسبت بڑی گستاخی سے بابِ کلام وا کیا اور تھوڑی ہی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعوے میں کاذب ہیں اور میں نے ایسے مکار بہت سے دیکھے ہیں اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بڑے سکون سے سُنا کئے اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا۔کسی کا کلام کیسا ہی بیہودہ اور بے موقعہ ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو آپ نے سُننے کے وقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت اور ملامت کا اظہار نہیں کیا۔بسا اوقات بعض سامعین اس دلخراش لغو کلام سے گھبرا کر اُٹھ گئے ہیں اور آپس میں نفرین کے طور پر کانا پھوسی کی ہے اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد تو ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلے اور ارمان بھی نکالے ہیں مگر مظہرِ خدا کی حلیم اور شاکر ذات نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کیا۔کوئی دوست کوئی خدمت کرے، کوئی شعر بنا لائے، کوئی مضمون تائید حق پر لکھے آپ بڑی قدر کرتے ہیں اور بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور بار ہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تائید دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے۔

اصل قبلہ ہمت آپ کا دین اور خدمت دین ہی ہے۔فرماتے ہیں جو شخص چاہے کہ ہم اُس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اُس کے حق میں آسمان پر جائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔بار ہا قسم کھا کر فرمایا ہے کہ ہم ہر ایک شے سے محض خدا تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

کوئی شخص آپ سے محبت لگائے اور گاڑھا تعلق پیدا کرے وہ بالمقابل آپ کی محبت دیکھ کر شرمندہ ہو جاتا اور اپنی محبت کو بہت کم اور پست دیکھتا ہے۔دنیا میں کوئی ایسا رشتہ نہیں جسے اپنے کسی متعلق کے سود و بہبود کی وہ فکر ہو جو آپ کو اپنے متوسلین کی ہے۔ہاں شرط یہ ہے کہ وہ مومن اور متقی اور خادم دین ہو۔یوں تو عام طور پر آپ کو سب کی فلاح وصلاح مدنظر رہتی ہے مگر مومنوں کے ساتھ تو خاص محبت اور تعلق ہے۔میں گزشتہ اکتوبر میں بیمار ہو گیا اور اُس وقت چند روز کے لئے سیالکوٹ میں گیا ہوا تھا۔میری حالت بہت نازک ہو گئی۔میرے عزیز مکرم دوست میر حامد شاہ صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع سیالکوٹ نے میری بیماری کے متعلق حضرت کو خط لکھا آپ نے اُس کے جواب میں جو خط لکھا میں اُسے درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔اس لئے کہ میرے نزدیک وہ خط حضرت کے مظہر اللہ ہونے کی بڑی دلیل ہے

وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

اور وہ یہ ہے۔

مکرمی اخویم مولوی عبدالکریم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اسوقت قریباً دو بجے کے وقت وہ خط پہنچا جو اخویم سید حامد شاہ صاحب نے آپ کے حالاتِ علالت کے بارہ میں لکھا ہے۔خط کے پڑھتے ہی کوفت غم سے وہ حالت ہوئی جو خدا تعالیٰ جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنا خاص رحم فرمائے میں خاص توجہ سے دعا کروں گا۔

اصل بات یہ ہے کہ میری تمام جماعت میں آپ دو ہی آدمی ہیں جنہوں نے میرے لئے اپنی زندگی دین کی راہ میں وقف کر دی ہے۔ایک آپ ہیں اور ایک مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ابھی تک تیسرا آدمی پیدا نہیں ہوا۔اس لئے جس قدر قلق ہے اور جس قدر بے آرامی ہے بجز خدا تعالیٰ کے اور کون جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ شفا بخشے اور رحم فرمائے اور آپ کی عمر دراز کرے۔آمین ثم آمین۔جلد کامل صحت سے مجھے اطلاع بخشیں۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان 24/ اکتوبر 1899۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کی دُعا سے مجھے صحت ہو گئی۔غرض ہمارے برگزیدہ احباب کے زمرہ میں کوئی ایسا نہیں جو صدقِ دل سے اعتراف نہیں کرتا کہ حضرت کا ہاتھ اُس ہاتھ کے اوپر ہے اور ہر حال میں اوپر ہے۔آپ کوئی مضمون لکھا ہوا سنائیں یا اشتہار کا مسودہ مجلس میں سُنائیں اس لئے کہ آپ کی اکثر عادت ہے کہ مطبع میں دینے سے پہلے خدام کو سنا دیتے ہیں اگر کوئی گرفت کرے اور کوئی بات

بتائے تو ازبس خوش ہوتے ہیں۔ میں نے اس خصلت میں آپ کو لانظیر پایا ہے۔ ایک مولوی اور دنیا کا مؤلف یا مصنف آگ بگولہ ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص اس کی کسی بات پر حرف رکھے اور اپنے تئیں معصوم محض مانتا ہے۔﴿نوٹ﴾

آپ کسی کو اُس کی خطا اور لغزش پر مخاطب کر کے ملامت نہیں کرتے۔ اگر کسی کی حرکت ناپسند آوے تو مختلف پیرایوں میں عام طور پر تقریر کر دیں گے اگر وہ سعید ہوتا ہے تو خود ہی سمجھ جاتا اور اپنی حرکت پر نادم ہوتا ہے۔ آپ جب تقریر وعظ ونصیحت کی کرتے ہیں ہر ایک ایسا ہی یقین کرتا ہے کہ یہ میرے ہی عیب ہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں اور یوں اصلاح اور تزکیہ کا پاک سلسلہ بڑی عمدگی سے جاری رہتا ہے اور کسی کو کوئی ابتلا پیش نہیں آتا اور نہ کسی کی حمیت اور ناک کو چوٹ لگتی ہے کہ جاہلیت کی جرأت سے اور بھی گناہ پر آمادہ اور دلیر ہو۔ اس سیرت میں بڑا عمدہ سبق ہے اُن لوگوں کے لئے جو ذرا سا کسی کا نقص دیکھ کر اصلاح کے لباس میں اُسے یوں کاٹنے پڑتے ہیں کہ درندہ بھی شرمندہ ہو جائے اور بجائے صلح کاری کے فساد پھیلاتے ہیں۔ اس اصلاح کا اتنا ثواب نہ ہوتا جتنا وہ جنگ وجدل کر کے عقاب وعذاب خرید لاتے ہیں۔ افسوس میں نے اکثر مولویوں خصوصًا غیر مقلدوں کو تبلیغ میں درشت، تندخو اور بدزبان پایا ہے۔ کسی کی ذرا مونچھیں بڑھی ہوں اور پاجامہ ذرا ٹخنوں سے نیچا ہو اور ان کی مسجدوں میں گھس جائے تو سمجھو کہ وہ یاغستان میں گھس گیا اب خدا ہی ہے جو پھر سلامت اُسے درہ خیبر سے یا علی مسجد سے واپس لائے۔ افسوس یہ رحمة اللغلمین کی سیرت بیان کرنے کے وقت تو وہ حدیث بھی بیان کر جاتے ہیں کہ کسی نے آنحضرت ﷺ کی مسجد میں پیشاب کر دیا اور آپ نے اُسے کچھ بھی نہ کہا۔ مگر عملاً کچھ بھی نہیں دکھاتے۔ مجھے خوب یاد ہے ڈاکٹر فضل الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن جن دنوں سیالکوٹ میں متعین تھے ایک دفعہ کسی کام پر مجھے ساتھ لے کر جمّوں گئے اور مولوی نورالدین کے ہاں فروکش ہوئے اُن دنوں عبدالواحد غزنوی بھی وہیں رہا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اُس وقت بڑی بھاری بھرکم شلوار پہن رکھی تھی۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی ہمیں وہاں پہنچے ہوئے۔

ہاں ہنوز وہاں بیٹھے بھی نہ تھے کھڑے ہی تھے جو مولوی غزنوی صاحب سامنے سے نمودار ہوئے۔ ہاتھ میں آپ کے پتلی سی چھڑی تھی۔ جھٹ پاس آتے ہی چھڑی ڈاکٹر صاحب کی شلوار سے لگا دی اور چیں بجبیں، تندخو اور ترش مگر دھیمی آواز سے اپنی افغانی اُردو میں فرمایا یہ پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہے۔ یہ حرام ہے۔ ڈاکٹر صاحب آزاد طبع اور ان رسوم سے قطعًا غافل اور لاپرواہ اِسقدر برہم ہوئے کہ اگر مولوی صاحب کا پاس نہ ہوتا تو عبدالواحد کو امر بالمعروف کی کیفیت سمجھا دیتے۔ غرض اس میں ہمارے امام قدم بقدم حضور سرور عالم سید الاصفیا ﷺ

﴿نوٹ﴾: حضرت کے تعلق کی اپنے خدام سے ایک عجیب بات: ایک دن فرمایا میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اُس سے قطع نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اُس کے گرد ہو تو بلاخوف لومۃ لائم کے اُسے اُٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اسکو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہئے۔ اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آوے اُسے اغماض اور تحمل کے محل میں اُتارنا چاہئے۔ بھائیوں کو اس سیرت سے بڑا سبق لینا چاہئے۔ بات بات پر بگڑ جانا اور اشتعال کے وقت عامیوں اور اجنبیوں کا سا ایک دوسرے سے سلوک کرنا اُس عہد کے خلاف ہے جو ید اللہ سے باندھا گیا ہے۔ افسوس بہتیرے ایسے ہیں جنہوں نے اب تک اس راز کو سمجھا نہیں کہ قوم کس طرح بنتی ہے۔ ہم سب کا یہ اصول ہونا چاہئے کہ اگر ایک کُتے کے مُنہ سے بھی وہ پیارا نام نکل جائے جس کو ہم نے آج تمام دنیا ومافیہا سے گرامی سمجھا ہے تو اُس کا مُنہ چاٹ لینے میں ذرا پس وپیش نہ کرنا چاہئے۔ پھر آپس میں تکرار اور رنج کس قدر نامناسب بات ہے۔ سیٹھ صاحب نے اپنے کسی ضروری کام کے لئے ۱۰ رجنوری کو اجازت مانگی اور آپکو بلانے کے لئے مدراس سے تار بھی آیا تھا۔ حضرت نے فرمایا آپ کا اس مبارک مہینہ (یعنی رمضان شریف کے مہینہ میں) میں یہاں رہنا ازبس ضروری ہے۔ اور فرمایا ہم آپ کے لئے دُعا کرنے کو تیار ہیں جس سے باذن اللہ پہاڑ بھی ٹل جائے۔ فرمایا میں آجکل احباب کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں۔ یہ احباب کے حق میں ازبس مفید ہے۔ میں تنہائی میں بڑی فراغت سے دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بہت سا حصہ بھی دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔ منہ

کے چلتے ہیں اور عقد ہمت اور دُعا سے خطا کار کی طرف متوجہ رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے القا کے ذریعہ یا اور ذریعہ سے اصلاح کی توفیق دیتا ہے۔آپ مجلس میں ذومعنی بات نہیں کرتے نہ کبھی آنکھ کے اشارہ سے کوئی بات کرتے ہیں۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کو لگا کر کوئی بات کی ہو یا مجلس میں کسی کو مخاطب کر کے کہا ہو کہ ہم تم پر ناراض ہیں تمہاری فلاں حرکت ہمیں ناگوار ہے اور فلاں بات مکروہ ہے۔ آپ کو جیسا کہ خدا کی طرف سے یہ خطاب ملا اور کتاب براہینِ احمدیہ میں درج ہے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

(سورة آل عمران: 160)

حقیقت میں آپ کی ذات میں ایسی لینت اور حلم اور اغماض ہے کہ مزید بر اں متصور نہیں ہوسکتا۔اور کوئی شخص جو کسی گلہ کا گلہ بان ہونا چاہے اور متفرق افراد کو جمع کرنا چاہے جب تک اُس میں لینت نہ ہوگی ہرگز کامیاب نہ ہوگا۔میں نے اپنے بعض مکرم دوستوں اور بہتوں کو شکایت کرتے سنا ہے کہ کوئی اُنکی بات نہیں مانتا اور باوجود طرح طرح کے احسانوں کے قلوب اُن کے فتراک سے متعلق نہیں ہوتے اور لوگوں میں اُنکی طرف سے وحشت رہتی ہے۔وہ حضرت امام کی سیرت اغماض اور عفو کو اپنا اُسوہ بنائیں۔نکتہ چینی اور ٹوک اور مجلس میں ذومعنی بات اور لگا کر بات کرنی اور مجمع میں کسی پر اظہار ناراضی کرنا یک قلم ترک کردیں۔یہ سیرت درحقیقت ایک شیشہ یا قمقمہ ہے جس میں ہزاروں جن اور پریاں بند کی جاسکتی ہیں یا طلسم ہے کہ جو اُس میں ایک مرتبہ پھنس جائے پھر نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔اکثر دن کو باہر سیر کرنے جاتے ہیں اور راہ میں مناسب وقت پر تقریر کرتے ہیں۔ہمیشہ پشت پا پر نظر کر کے چلتے ہیں دائیں بائیں کبھی نہیں دیکھتے اور چلنے میں خدا تعالیٰ نے ایسی طاقت دے رکھی ہے کہ کوسوں پیادہ سفر کرسکتے ہیں۔

حضرت کبھی پسند نہیں کرتے کہ خدام اُن کے پاس سے جائیں۔آنے پر بڑے خوش ہوتے ہیں اور جانے پر کُرہ سے رخصت دیتے ہیں۔اور کثرت سے آنے جانے والوں کو بہت ہی پسند فرماتے ہیں۔اب کی دفعہ دسمبر میں بہت کم لوگ آئے اس پر بہت اظہارِ افسوس کیا اور فرمایا ''ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بن جائیں۔وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں۔اور آنے سے ذرا بھی نہ اُکتائیں اور فرمایا جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اُسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہوجائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا ہے۔ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہئے۔میں نے بعض کو یہ کہتے سُنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں ہم تو نکمے ہیں یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔وہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے اُن کے دلوں میں ڈالا ہے کہ اُن کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں۔'' ایک روز حکیم فضل الدین صاحب نے عرض کیا کہ:''حضور میں یہاں نکما بیٹھا کیا کرتا ہوں۔مجھے حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں وہاں درس قرآن کریم ہی کروں گا یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ میں حضور کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بے کار بیٹھنے میں کوئی معصیت نہ ہو۔'' فرمایا ''آپ کا یہاں بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بے کاری ہی بڑا کام ہے۔'' غرض بڑی دردناک اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنے والوں کی شکایت کی اور فرمایا یہ عذر کرنے والے وہی ہیں جنہوں نے حضور میں ﷺ کے عذر کیا تھا

اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ

(سورة الاحزاب: 14)

اور خدا تعالیٰ نے انکی تکذیب کردی کہ

اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا

(سورة الاحزاب: 14)

برادران! میں بھی بہت کُڑھتا ہوں اپنے اُن بھائیوں کے حال پر جو آنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔اور میں بار ہا سوچتا ہوں کہ کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اُن کو یقین دلاسکوں کہ یہاں رہنے میں کیا فائدے ہوتے ہیں۔علم صحیح اور عقائد صحیحہ بجز یہاں رہنے کے میسر آہی نہیں سکتے۔

ایک مفتی صادق صاحب کو دیکھتا ہوں (سلمہ اللہ و بارک لہ و علیہ و فیہ) کوئی چھٹی مل جائے یہاں موجود۔مفتی صاحب تو نقاب کی طرح

اسی تاک میں رہتے ہیں کہ زمانہ کے زور آور ہاتھوں سے کوئی فرصت غصب کریں اور محبوب و مولیٰ کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔اے عزیز برادر! خدا تیری ہمت میں استقامت اور تیری کوششوں میں برکت ڈالے اور تجھے ہماری جماعت میں قابل اقتدا اور قابل فخر کارنامہ بنائے۔حضرت نے بھی فرمایا لاہور سے ہمارے حصہ میں تو مفتی صادق صاحب ہی آئے ہیں۔میں حیران ہوں کہ کیا مفتی صاحب کی کوئی بڑی آمدنی ہے اور کیا مفتی صاحب کی جیب میں کسی متعلق کی درخواست کا ہاتھ نہیں پڑتا اور مفتی صاحب تو ہنوز نوعمر ہیں اور اس عمر میں کیا کیا اُمنگیں نہیں ہوا کرتیں۔پھر مفتی صاحب کی یہ سیرت اگر عشق کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا وجہ ہے کہ وہ ساری زنجیروں کو توڑ تاڑ کر دیوانہ وار بٹالہ میں اُتر کر نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن نہ سردی نہ گرمی نہ بارش نہ اندھیری آدھی آدھی رات کو پیادہ پا پہنچتے ہیں۔جماعت کو اس نوجوان عاشق کی سیرت سے سبق لینا چاہئے۔

فرمایا ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے اس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔فرمایا یہ ایام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی۔بھائیو خدا کے لئے تلافی کرو اور ان جھوٹے تعلقات کی بستگی سے دست کشی کرو اور یاد رکھو ابدی کام آنے والا تعلق یہی ہے اور کوئی نہیں۔باقی سارے تعلقات حسرت ہو جائیں گے یا گناہ کی صورت میں طوقِ گلو ہوں گے۔میں ہمیشہ حضرت کی اس سیرت سے کہ وہ بہت چاہتے ہیں کہ لوگ اُن کے پاس رہیں یہ نتیجہ نکالا کرتا ہوں کہ یہ آپ کی صداقت کی بڑی بھاری دلیل ہے اور آپ کی روح کو کامل شعور ہے کہ آپ من جانب اللہ اور راستباز ہیں۔جھوٹا ایک دن میں گھبرا جاتا اور دوسروں کو دھکے دے کر نکالتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا پول ظاہر ہو جائے۔مجلس میں آپ کسی دشمن کا ذکر نہیں کرتے اور جو کسی تحریک سے ذکر آ جائے تو بُرے نام سے یاد نہیں کرتے یہ ایک بیّن ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں کوئی جلانے والی آگ نہیں ورنہ جس طرح کی ایذا قوم نے دی ہے اور جو سلوک مولویوں نے کیا ہے اگر آپ اُسے واقعی دنیادار کی طرح محسوس کرتے تو رات دن کُڑھتے رہتے اور ادھر پھیر کر اُن ہی کا مذکور درمیان لاتے اور یوں حواس پریشان ہو جاتے اور کاروبار میں خلل آ جاتا۔زٹلی جیسی گالیاں دینے والا عرب کے مشرک بھی حضور سرورِ عالمؐ کے مقابل نہ لا سکے مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ناپاک پرچہ اوقات گرامی میں کوئی بھی خلل کبھی بھی ڈال نہیں سکا۔تحریر میں ان موذیوں کا برمحل ذکر کوئی دیکھے تو یہ شاید خیال کرے کہ رات دن انہی مفسدین کا آپ ذکر کرتے ہوں گے۔مگر ایک مجسٹریٹ کی طرح جو اپنی مفوضہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر پھر کسی کی ڈگری یا ڈسمس یا سزا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔اور نہ اُسے درحقیقت کسی سے ذاتی لگاؤ یا اشتعال ہوتا ہے اسی طرح حضرت تحریر میں ابطال باطل اور احقاق حق کے لئے لِوَجْہِ اللّٰہ لکھتے ہیں آپ کے نفس کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ایک روز فرمایا میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنا دیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے بیٹھ کر میرے نفس کو گندی سے گندی گالی دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہوگا اور اُسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا۔

آپ کی استقامت اور قوّتِ قلب اولو العزم انبیاء (علیہم الصّلوٰۃ والسّلام) کی طرح کسی ترہیب اور رعب انداز نظارہ سے متاثر نہیں ہوتی۔کوئی ہولناک واقعہ اور غم انگیز سانحہ آپ کی توجہ کو منتشر اور مفوض کام سے غافل نہیں کر سکتا۔اقدام قتل کا مقدمہ جسے پادریوں نے برپا کیا اور جن کی تائید میں بعض ناعاقبت اندیش نام کے مسلمان اور آریہ بھی شامل ہو گئے تھے ایک دنیادار کا پتہ پگھلا دینے اور اُسکا دل پریشان اور حواس مختل کر دینے کو کافی تھا مگر حضرت کے کسی معاملہ میں، لکھنے میں، معاشرت میں، باہر خدام سے کشادہ پیشانی اور رافت سے ملنے میں، غرض کسی حرکت و سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔کوئی آدمی قیاس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ پر کوئی مقدمہ ہے۔کسی خوفناک رپورٹ کو جو کسی وقت کسی دوست کی طرف سے پہنچی ہے (کہ فلاں شخص نے یہ مخبری کی ہے اور فلاں جگہ بڑی بڑی سازشیں آپ کے خلاف ہو رہی ہیں اور فلاں شخص شملہ کے پہاڑوں سے سر ٹکراتا اور ماتھا پھوڑتا پھرتا ہے کہ آپ کے دامنِ عزت پر اپنے ناپاک خون کا کوئی دھبہ ہی لگا دے) کبھی آپ نے مرعوب دل سے نہیں سُنا۔آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ کوئی معاملہ زمین پر واقع نہیں ہوتا جب تک پہلے آسمان پر طے نہ ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے بندہ کو ذلیل اور ضائع نہیں کرے گا۔یہ ایک ایسا رکن شدید ہے جو ہر مصیبت میں آپ کا حصنِ حصین ہے۔میں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپ کے ساتھ رہا ہوں۔دہلی کی ناشکر گزار اور جلد باز مخلوق کے مقابل، پٹیالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور اور سیالکوٹ کے مخالفوں کی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھا ہے۔کبھی آپ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا

کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔ میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتوان پست ہمت چوہے اُس میں سرنگ کھود نہیں سکتے۔ ایک دفعہ آپ نے جالندھر کے مقام میں فرمایا ''ابتلاء کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق و محبت الٰہی اور خدمت دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں'' پھر یہ پڑھا

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا

(سورة مريم: 66)

آپ بچوں کی خبرگیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی۔ اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں۔ مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ کی پہلوٹی بیٹی عصمتؔ لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ اُس کے علاج میں یوں دوا دوی کرتے کہ گویا اُس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیادار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی آپ یوں الگ ہوگئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔ یہ مصالحت اور مسالمت خدا کی قضاء و قدر سے بجز منجانب اللہ لوگوں کے ممکن نہیں۔

کوئی نوکر گو کتنا بڑا نقصان کردے آپ معاف کر دیتے اور معمولی چشم نمائی بھی نہیں کرتے حامد علی کو کچھ لفافے اور کارڈ ڈاکخانہ میں ڈالنے کو دیئے۔ فراموش کار حامد علی کسی اور کام میں مصروف ہوگیا اور اپنے مفوض کام کو بھول گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد محمود جو ہنوز بچہ تھا کچھ لفافے اور کارڈ لئے دوڑا آیا کہ ابا ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ آپ نے دیکھا تو وہی خط تھے جن میں بعض رجسٹرڈ خط تھے اور آپ اُنکے جواب کے منتظر تھے۔ حامد علی کو بُلوایا اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا ہی کہا حامد علی تمہیں نسیان بہت ہوگیا ہے فکر سے کام کیا کرو۔ ایک چیز ہے جو آپ کو متاثر کرتی اور جنبش میں لاتی اور حد سے زیادہ غصہ دلاتی ہے۔ وہ ہے ہتک حرمات اللہ اور اہانت شعائر اللہ۔ فرمایا میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے۔ جن دنوں میں وہ موذی اور خبیث کتاب ''امہات المؤمنین'' جس میں بجز دل آزاری کے اور کوئی معقول بات نہیں چھپ کر آئی ہے اس قدر صدمہ اُس کے دیکھنے سے آپ کو ہوا کہ زبانی فرمایا کہ ہمارا آرام تلخ ہوگیا ہے۔ یہ اُسی صدمہ اور توجہ الی اللہ کا نتیجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس باطل عظیم اور شرک جسیم (مسیح کی الوہیت اور کفارہ) کے استیصال کے لئے وہ حربہ آپ کے ہاتھ میں دیا یعنی **مرهمِ عیسیٰ اور مسیح کی قبر کا** نشان کشمیر میں آپ کو ملا۔ نزدیک ہے دور نہیں کہ مسیح کی قبر اس باطل کے پرستاروں کے گھر گھر میں ماتم ڈالے اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہوں اور اس رنج کو بھول جائیں جو اس ناپاک کتاب سے اُنہیں پہنچا۔

آپ کے تعلقات غیر قوموں سے ایسے ہیں کہ اس سے بہتر ممکن نہیں ہر ایک کی بہتری چاہتے ہیں خواہ کسی مذہب کا ہو۔ کافہ بنی نوع کی بہبودی آپ کا قبلہء ہمت اور نصب عین فرض ہے۔ قادیان کے ہندو ہر ایک مصیبت کے وقت آپ کے وجود میں امین اور مفید صلاح کار پاتے ہیں۔ مذہب کے لحاظ سے بعض یہاں کے ہندو آریہ اور اسلام کے مخالف ہیں اور حضرت کو عظیم الشان اور پختہ مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور مذاہب باطلہ کی بیخ کنی کرنے والا دل سے یقین کرتے ہیں مگر حضرت کوئی دوا بتائیں اُس پر ایک رشی کی بات سے کمتر یقین نہیں رکھتے۔ ہمیشہ اپنے خدام کو تقریر و تحریر میں یہی نصیحت کرتے اور اُس پر بڑا زور دیتے ہیں کہ کسی جاندار کی حق تلفی نہ کرو اور تمہاری زبانوں اور کاموں میں فریب اور ایذا نہ ہو۔

بادشاہِ وقت (گورنمنٹ برطانیہ) سے جو آپ کے پاک اور سچے تعلقات ہیں وہ آپ کی کتابوں اور آئے دن کے اشتہاروں سے صاف ظاہر ہیں۔ میں نے دس برس کے عرصہ میں خلوت و جلوت میں کبھی نہیں سُنا کہ کبھی اشارہ یا کنایہ یا صراحت سے کوئی کلمہ بُرا گورنمنٹ یا گورنمنٹ کے کسی آفیشل کی نسبت آپ کے مُنہ سے نکلا ہو۔ ہزاروں روپے خرچ کر کے عربی فارسی میں آپ نے رسائل تالیف کئے اور بلاد شام و عرب و افغانستان وغیرہا میں پھیلائے جن میں سرکار انگریزی کے اعلیٰ درجہ کی حمایت کی ہے۔ قوموں کو ایسی حکومت کے ظل عاطفت کے نیچے آنے کی بہت ترغیب دی ہے۔

عبدالکریم۔ قادیان۔ 6رجنوری 1900

اگرچہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ اب جو کچھ لکھتا ہوں اُسے آئندہ خط میں لکھوں گا مگر بھائیوں کی محبت اور خاطرداری اور عدم یقین بحیات نے مجبور کیا کہ آئندہ پر اُسے اُٹھا رکھوں۔ برادران کل عجیب اور غیر معمولی روز قادیان میں تھا۔ ہمارے ہمسائے یوں تو جو عنایتیں اور کرم ہمارے حال پر سدا مبذول فرماتے ہیں وہ کچھ کم یادگار اور کم شکر یہ کے قابل نہیں مگر کل اُن کی انتقامی قوت اور سبعی جوش نے ایک نئی اور غیر مترقب راہ نکالی۔ ہماری مسجد کو آنے والی اور شارع عام گلی کو کچی اینٹوں سے پاٹ دیا (یہ واقعہ 8/جنوری 1900 کا ہے)۔ اور اُس راہ میں کانٹے بچھانے والے پہلوان کے نقش قدم کی پوری پیروی کی۔ اب ہمارے مہمان گاؤں کے گرد چکر لگا کر اور بڑا پھیر کھا کر مسجد مبارک میں آتے ہیں۔ حضرت اقدس کو کل معمولاً دردسر تھا اور ہم نے بھی عادتاً یقین کر لیا تھا کہ تحریک تو ہو ہی گئی ہے اب خدا کا کلام نازل ہوگا۔ ظہر کے وقت آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا دردسر بہت ہے دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھ لی جائیں۔ نماز پڑھ کر اندر تشریف لے گئے اور سلسلہ الہام شروع ہوا اور مغرب تک تار بندھا رہا۔ مغرب کو تشریف لائے اور الہام اور کلامِ الٰہی پر بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے کہ کس طرح خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اور ملہم کو اس پر کیسا یقین ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں اگرچہ دوسرے اس کی کیفیت سمجھ نہ سکیں۔ اور پھر ان الہاموں کی قافیہ بندی پر تقریر کرتے رہے اور فرمایا قرآن کی عظمت اس سے سمجھ میں آتی ہے اور اسکی عبارت کا مقفّٰی مسجع ہونا اور اسکی خوبی اسی طریق سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اور وہ الہامات یہ ہیں:

اَلرَّحیٰ تَدُوْرُ وَیَنْزِلُ الْقَضَآءُ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ وَّ لَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرُدَّ مَااَتٰی۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّہٗ لَحَقٌّ لَّا یَتَبَدَّلُ وَلَا یَخْفٰی۔ وَیَنْزِلُ مَا تَعْجَبُ مِنْہُ۔ وَحْیٌ مِّنْ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ اِنَّ رَبِّیْ لَا یَضِلُّ وَلَا یَنْسٰی۔ ظَفَرٌ مُّبِیْنٌ وَّاِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ ط قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُ فِیْ غَیِّہٖ یَتَمَطّٰی۔ اِنَّہٗ مَعَکَ وَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَمَآ اَخْفٰی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ وَّیَرٰی۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ یُحْسِنُوْنَ الْحُسْنٰی۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اَحْمَدَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَاَعْرَضُوْا وَقَالُوْا کَذَّابٌ اَشِرٌ۔ وَجَعَلُوْا یَشْھَدُوْنَ عَلَیْہِ وَیَسِیْلُوْنَ اِلَیْہِ کَمَآءٍ مُّنْھَمِرٍ۔ اِنَّ حِبِّیْ قَرِیْبٌ اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّسْتَتِرٌ۔

ترجمہ: چکی پھرے گی اور قضا نازل ہوگی۔ یقیناً خدا کا فضل آنے والا ہے اور کسی کی شان نہیں کہ ردّ کرے اُسے جو آ گیا۔ کہہ دے ہاں میرے ربّ کی قسم وہ یقیناً حق ہے وہ نہ بدلے گا اور نہ مخفی رہے گا۔ اور اُترے گا جس سے تو اچنبھے میں رہ جائے گا۔ یہ وحی ہے جو بلند آسمانوں کے ربّ سے ہے۔ میرا ربّ نہ بہکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ فتح مبین ہے اور اُنہیں ایک وقت تک ڈھیل دے رکھی ہے تُو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ کہدے اللہ پھر اسے چھوڑ دے کہ تا وہ اپنی ناز میں مٹک مٹک کر چلا کرے۔ وہ تیرے ساتھ ہے اور وہ جانتا ہے سرّ کو اور اُس سے بھی زیادہ پوشیدہ چیز کو۔ کوئی معبود نہیں بجز اُسکے اور وہ ہر شے کو جانتا اور دیکھتا ہے۔ اللہ اُن کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ نیکی کو سنوار کے کرتے ہیں۔ ہم نے احمدؑ کو بھیجا اُسکی قوم کی طرف پس اُنہوں نے اعراض کیا اور کہا جھوٹا خود پسند ہے۔ اور اُس کے خلاف شہادت دیتے اور اُس کی طرف جرار پانی کی طرح دوڑتے ہیں۔ میرا محبوب قریب ہے۔ وہ قریب ہے مگر چھپا ہوا۔

ان میں بعض الہام اُس پیشگوئی کی تصدیق و تائید میں ہیں جس کی انتظار کی طرف آنکھیں لگ رہی ہیں ایک تدبر کرنے والا خود الفاظ سے کنہ حقیقت میں پے لے جا سکتا ہے۔

ایک روز اخراجات کا تذکرہ ہوا۔ ہمارے ایک مکرم دوست نے کہا کہ

میں اتنے میں گزارہ کرتا ہوں۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کھانے کے متعلق میں اپنے نفس میں اتنا تحمل پاتا ہوں کہ ایک پیسہ پر دو دو وقت بڑے آرام سے بسر کرسکتا ہوں۔ اور فرمایا ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ انسان کہاں تک بھوک کی برداشت کرسکتا ہے اس کے امتحان کے لئے چھ ماہ تک میں نے کچھ نہ کھایا کبھی کوئی ایک آدھ لقمہ کھا لیا اور چھ ماہ کے بعد میں نے اندازہ کیا کہ چھ سال تک بھی یہ حالت لمبی کی جاسکتی ہے۔ اس اثنا میں دو وقت کھانا گھر سے برابر آتا تھا اور مجھے اپنی حالت کا اخفا منظور تھا۔ اس اخفا کی تدابیر کے لئے جو زحمت مجھے اٹھانی پڑتی تھی شاید وہ زحمت اَوروں کو بھوک سے نہ ہوتی ہوگی۔ میں وہ دو وقت کی روٹی دو تین مسکینوں میں تقسیم کر دیتا اس حال میں نماز پانچوں وقت مسجد میں پڑھتا اور کوئی میرے آشناؤں میں سے کسی نشان سے پہچان نہ سکا کہ میں کچھ نہیں کھایا کرتا۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے جس کام کے لئے کسی کو پیدا کیا ہے اس کی تیاری اور لوازم اور اُسکے سرانجام اور مہمات کے طے کے لئے اُس میں قویٰ مناسب حال پیدا کئے ہیں۔

دوسرے لوگ جو حقیقۃً فطرت کے مقتضا سے وہ قویٰ نہیں رکھتے اور ریاضتوں میں پڑ جاتے ہیں آخر کار دیوانے اور مخبط الحواس ہو جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں فرمایا کہ طبیبوں نے نیند کے لئے طبعی اسباب مقرر کئے ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ ہم سے کلام کرے اُس وقت پوری بیداری میں ہوتے ہیں اور یک دم ربودگی اور غنودگی وارد کر دیتا ہے اور اس جسمانی عالم سے قطعاً باہر لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ اُس عالم سے پوری مناسبت ہو جائے۔ پھر یوں ہوتا ہے کہ جب ایک مرتبہ کلام کر چکتا ہے پھر ہوش وحواس واپس دے دیتا ہے۔ اس لئے کہ ملہم اُسے محفوظ کرلے اس کے بعد پھر ربودگی طاری کرتا ہے۔ پھر یاد کرنے کے لئے بیدار کر دیتا ہے۔ غرض اس طرح کبھی پچاس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ وہ ایک تصرف الٰہی ہوتا ہے اس طبعی نیند سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور اطبا اور ڈاکٹر اس ماہیت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

آپ سائل کو رد نہیں کرتے جو کچھ میسر ہو دے دیتے ہیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ نمازِ عصر کے بعد آپ معمولاً اُٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں۔ حضرت کو اُس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اُس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی جو نماز کے بعد اُٹھے اور عادتاً آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے۔ غرض حضرت سرزدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اُس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا۔ جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا اُسے دیکھو کہاں ہے۔ وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا تھا۔ خلیفہ صاحب نے ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسبِ عادت نماز پڑھ کر بیٹھے وہی سائل آ گیا اور سوال کیا۔ حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اُس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اُتر گیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ اُس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آ گیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا۔ اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اُسے واپس لائے۔

برادران! چونکہ اور کام بہت ہیں اب بالفعل اتنے پر بس کرتا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ نے نیا علم بخشا اور قلم پکڑنے کی توفیق دی تو پھر اس مضمون پر لکھوں گا۔ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس تحریر کو قبول کرے اور اسے بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

عبدالکریم۔ از قادیان۔ 9/جنوری 1900

یہ سب ہے تیرا احساں تجھ پر نثار ہو جاں
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا نبیؐ جو آیا اُس نے خدا دکھایا
دینِ قویم لایا بِدعات کو مٹایا

حق کی طرف بلایا مل کر خدا ملایا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

الیس اللّٰہ بکاف عبدہ

امۃ الباری ناصر۔ کراچی

وہ جو تنہا تھا گمنام اور بے ہنر کہاں لیکھرام اور آتھم گئے
یہ جہاں اس کے مسکن سے تھا بے خبر کئی اُٹھے طوفاں کئی تھم گئے
ساتھ اس کے تھی تائید ربّ جہاں کہاں اب وہ بھیں کا کرم دین ہے
وہ تھا مولا کی ہستی کا تازہ نشاں کہاں ہے مداری کہاں بین ہے

وہ رہا اپنے پیارے کا بن کر مُعیں خدا نے کسی کو بھی چھوڑا نہیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟ کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

درسِ توحید دنیا کو دیتا رہا بٹالے کا تھا اک محمد حسین
وہ قلم کا شہنشاہ لکھتا رہا ستائے بنا جو نہ پاتا تھا چین
بہ دلائل بیانِ حقائق ہوا وہ سب تیغِ برّان سے کٹ گئے
رفتہ رفتہ ہجومِ خلائق ہوا زمانہ ہوا سارے مر کھپ گئے

نئے بن گئے آسمان و زمیں محافظ ہے وہ قادرالعالمیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟ کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

شیرِ نر کی طرح اُس کی للکار تھی عمر بھر تیز تیروں کی زد پہ رہے
برق سے تیز تر اُس کی چمکار تھی جس سے پھٹ جائے دل وہ مظالم سہے
جیت کر دل نئی دنیا تعمیر کی بولیاں بول کر اپنی سب اُڑ گئے
خُلق کے حسن سے ساری تسخیر کی حوادث خود اُن کی طرف مڑ گئے

تبسم بہ لب اور بہ خندہ جبیں میرے آقا کا کچھ بھی بگاڑا نہیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟ کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حرث اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا تھا۔۔۔اور میں بھی تم کو ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔1۔جماعت کے ساتھ رہو۔2۔امام وقت کی باتیں سنو۔3۔اور اس کی اطاعت کرو۔4۔دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو وطن چھوڑ دو۔5۔اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔پس جو شخص جماعت سے تھوڑا سا بھی الگ ہوا اس نے گویا اسلام سے گلوخلاصی کرالی۔سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ نظام میں شامل ہو جائے۔اور جو شخص جاہلیت کی باتوں کی طرف بلاتا ہے وہ جہنم کا ایندھن ہے۔صحابہ نے عرض کیا۔اے اللہ کے رسولؐ! خواہ ایسا شخص نماز بھی پڑھتا ہو اور روزہ بھی رکھتا ہو۔آپؐ نے فرمایا ہاں خواہ وہ نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھے لیکن اے اللہ جل شانہٗ کے بندو! یہ بات یاد رکھو کہ (اس صورتِ حال کے باوجود) جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہیں انہیں تم بھی مسلمان کہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (تعین کے لئے) اس امت کا نام مسلمان اور مومن رکھا ہے (اس لئے اسرار کو تم حوالہ بخدا کرو)۔

(مسند احمد صفحہ5/130،5/344،5/202)

حضرت عمرو بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میری سنتوں میں سے کسی سنت کو اس طور زندہ کرے گا کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو سنت کے زندہ کرنے والے شخص کو بھی عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کوئی بدعت ایجاد کی اور لوگوں نے اسے اپنا لیا تو اس شخص کو بھی ان پر عمل کرنے والوں کے گناہوں سے حصہ ملے گا اور ان بدعتی لوگوں کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

(ابن ماجه باب من احیا سنة قد امیت)

جسے نان کے ٹکڑے ملتے نہ تھے
کبھی پیٹ بھر کے جو کھاتے نہ تھے
اُس کو بے حد دیا اُس کا گھر بھر دیا
اُس کو روحانی ، جسمانی لنگر دیا

سجدے سے کیسے اُٹھ جائے میری جبیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

صدی میں ہُوئے ایک سے اک کروڑ
صدی اگلی دیکھے گی صدہا کروڑ
نہیں ہیں یہ باتیں بعید از قیاس
میرے قادر خدا نے دِلائی ہے آس

جس کے آگے کوئی بات مشکل نہیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

ہم ہیں اُس کی جماعت میں جس کے لئے
تا ابد سرفرازی کے وعدے ہوئے
اے خدا تو ہمیں اس کے قابل بنا
تُو تو سنتا ہے سب عاجزوں کی دعا

تیرے وعدوں پہ ہے ہم کو حق الیقیں
کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں؟

☆☆☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

مہمان نوازی کے چند تاریخی واقعات

نعمیٰ احمد۔ آسٹن

حضرت مسیح موعودؑ بڑی مہمان نواز طبیعت کے مالک تھے۔آپ ہر ایک مہمان سے بے پناہ خلوص اور دلداری کا سلوک کرتے تھے۔مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ چھوڑتے۔ہر مہمان کے طعام وآرام کا خاص خیال رکھتے۔جب بھی کوئی مہمان آتا حضورؑ ہمیشہ اس سے مسکرا کر ملتے، اس سے مصافحہ کرتے، حال احوال معلوم کرتے، موسم کی مناسبت سے خاطر تواضع کرتے۔مہمان کے رہنے اور کھانے کا خاص انتظام کرواتے۔

آپؑ کی زندگی مہمان نوازی کے سنہری واقعات سے مزیّن ہے جس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ اپنی ذات کو تکلیف میں ڈال کر بھی اپنے مہمانوں کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے۔یہی نمونہ آپؑ کے صحابہؓ میں بھی پایا جاتا تھا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت کو اس اعلیٰ وصف سے مزیّن پایا۔آپؑ کی ان ہی روایات پر مبنی چند واقعات آپؑ کے صحابہؓ کے الفاظ میں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے لئے خود حضرت اقدسؑ صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے۔''

(سیرۃ المھدی حصہ دوم صفحہ 377)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

ایک بار میں قادیان سے جانے لگا۔حضرت مسیح موعودؑ نے اجازت دی اور پھر روکا۔آپ دودھ کا گلاس لائے اور فرمایا پی لیں۔اتنے میں شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آ گئے۔ان کے لئے بھی حضور دودھ لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے آئے۔

حافظ نبی بخش صاحبؓ سے مروی ہے:

''ایک دفعہ میں قادیان آیا تو ان ایام میں ایک چھوٹی چارپائی بیت الفکر میں موجود رہتی تھی اور کمرہ میں قہوہ تیار رہتا اور پاس ہی مصری موجود ہوتی تھی۔میں جتنی دفعہ دن میں چاہتا قہوہ پی لیتا۔حضورؑ فرماتے ''اور پیو اور پیو۔''

(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 544)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی سے روایت ہے:

''میں قادیان میں مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ایک بار میں سحری کر رہا تھا کہ حضرت اقدسؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ دال روٹی کھا رہے ہیں؟ اسی وقت آپؑ نے منتظم کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے یہاں جتنے بھی احباب ہیں ہر ایک سے معلوم کرو کہ ان کو سحری میں کیا کیا پسند ہے اور ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔''

حضرت سیٹھ غلام نبی صاحبؓ نے بیان فرمایا:

''جب میں پہلے پہل قادیان گیا۔حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کرنے۔۔۔میں نے جا کر السلام علیکم عرض کیا۔حضرت صاحب نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کر کے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔۔۔حضرت جی نے صندوق کھولا اور مصری نکال کر گلاس میں ڈالی اور پانی ڈال کر قلم سے ہلا کر آپ نے دستِ مبارک سے یہ شربت کا گلاس مجھے دیا اور فرمایا کہ آپ گرمی میں آئے ہیں یہ شربت پی لیں۔''

(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 868)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:

''جب میں قادیان سے لاہور لوٹا کرتا تھا تو حضرت مسیح موعودؑ سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے کھانا بھجواتے تھے۔ پس ایک بار جب میں قادیان سے لوٹنے لگا تو حضورؑ نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ خادم یونہی کُھلا کھانا لے آیا۔ اس پر حضورؑ نے اپنی پگڑی کے ایک کنارے کا ٹکڑا پھاڑا اور اس میں کھانا باندھ دیا۔''

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ سے مروی ہے:

''اوائل میں حضرت مسیح موعودؑ مدتوں دونوں وقت کا کھانا مہمانوں کے ہمراہ باہر کھایا کرتے تھے۔۔۔ کبھی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کھانا کھاتے ہوئے کہتے کہ اس وقت اچار کو دل چاہتا ہے اور کسی ملازم کی طرف اشارہ کرتے تو حضورؑ فوراً دسترخوان سے اٹھ کر بیت الفکر کی کھڑکی میں سے اندر چلے جاتے اور اچار لے آتے۔''

(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ799)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا۔ مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آ گئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحبؑ نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آ گئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحبؑ کو اندر بلوا بھیجا۔ اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے صرف چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا جن کے واسطے آپ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کِیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں صرف باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں یہ مناسب نہیں۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا۔ چنانچہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے سیر ہو کر کھایا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 23-29 جولائی 1999)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ لاہور سے کچھ احباب رمضان میں قادیان آئے۔ حضرت صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ مع کچھ ناشتہ ان سے ملنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ ان دوستوں نے عرض کیا کہ ہم سب روزے سے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا سفر میں روزہ ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رخصت پر عمل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کو ناشتہ کروا کے ان کے روزے تڑوا دیئے۔''

(سیرۃ المھدی حصہ دوم صفحہ378)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے روایت ہے:

ایک بار جلسہ سالانہ میں بہت سے احباب آئے جن کے پاس لحاف بچھونا وغیرہ نہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقع پر اپنا لحاف بچھونا بھی کسی مہمان کے لئے دے دیا۔ آپؑ نے فرمایا مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہیئے اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی۔ پھر میں نے کسی صحابی سے لحاف بچھونا لیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ کسی اور کو دے دو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آتی۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں میرے اصرار کرنے کے باوجود آپؑ نہ مانے اور فرمانے لگے کسی مہمان کو دے دو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بے لوث مہمان نوازی کے تو اپنے اور بیگانے سبھی قائل تھے۔ مہمان کے ساتھ آپؑ کا سلوک کچھ ایسا منفرد اور مہربان قسم کا ہوتا کہ وہ بار بار آپؑ کے پاس آنے کی خواہش کرتا۔ آپ نے ایک بار مہمانوں کی خاطر داری پر زور دیتے ہوئے ایک بڑا دلچسپ اور سبق آموز قصہ سنایا۔ فرمایا:

''ایک دفعہ ایک شخص کو جنگل سے گزرتے گزرتے رات پڑ گئی اور وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ سردی کا موسم تھا، نہ کھانے کو کچھ، نہ جسم گرم کرنے کو آگ تھی۔ درخت کے اوپر دو نر اور مادہ پرندوں نے گھونسلا بنایا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ شخص آج ہمارا مہمان ہے۔ اسے آرام پہنچانا چاہیئے۔ انہوں نے اپنا گھونسلا نیچے گرا دیا تا کہ وہ آگ جلا سکے۔ اس کے بعد انہوں نے سوچا کہ اسے بھوک لگی ہوئی ہوگی تو انہوں نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا تا کہ وہ ان دونوں کو بھون کر کھا سکے۔''

آپؑ فرماتے ہیں کہ ''دیکھو ان پرندوں نے اپنا سامان بھی دے دیا اور اپنی جانیں

بھی قربان کر دیں تا کہ اپنے مہمان کو آرام پہنچاویں اسی طرح ہم کو بھی اپنے مہمان کی خاطر کرنی چاہیئے۔''

(الحکم 14/ نومبر 1936)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت طیبہ میں لکھتے ہیں:

''سیٹھی غلام نبی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت اقدسؑ کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت اقدسؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حضرت صاحبؑ کو دیکھ کر گھبرا گیا مگر آپ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا کہ آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہو گی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لایا ہوں۔۔۔ میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے کہ سُبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا اور کتنی تکلیف اٹھاتا ہے!!''

(الفضل انٹرنیشنل 23-29/ جولائی 1999)

ایک اور جگہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت والدہ صاحبہؓ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحبؑ کے واسطے ایک مرغ لایا۔ میں نے حضرت صاحب کے واسطے اس کا پلاؤ تیار کروایا تھا مگر اسی دن اتفاق ایسا ہوا کہ نواب صاحب نے اپنے گھر میں دھونی دلوائی اور نواب صاحب کے بیوی بچے بھی ادھر ہمارے گھر آ گئے اور حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ ان کو بھی کھانا کھلاؤ۔ میں نے کہا کہ چاول تو بالکل ہی تھوڑے ہیں صرف آپ کے واسطے تیار کروائے تھے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا چاول کہاں ہیں۔ پھر حضرت صاحبؑ نے چاولوں کے پاس آ کر ان پر دم کیا اور کہا اب تقسیم کر دو۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ان چاولوں میں ایسی برکت ہوئی کہ نواب صاحب کے سارے گھر نے کھائے اور پھر بڑے مولوی صاحب (یعنی مولوی نورالدین صاحبؓ) اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو بھی بھجوائے گئے۔ اور قادیان میں اور بھی کئی لوگوں کو دیئے گئے۔ اور چونکہ وہ برکت والے چاول مشہور ہو گئے تھے اس لئے کئی لوگوں نے آ آ کر ہم سے مانگے اور ہم نے تھوڑے تھوڑے تقسیم کئے اور وہ سب کے لئے کافی ہو گئے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 23-29/ جولائی 1999)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی روایت کرتے ہیں:

''ایک بار آسام سے دو غیر احمدی مہمان حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کرنے قادیان آئے۔ مہمان خانے پہنچ کر انہوں نے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا۔ لیکن خادموں نے فوراً ان مہمانوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ مہمانوں کو اس بات کا برا لگا اور وہ اسی وقت بٹالہ روانہ ہو گئے۔ حضورؑ کو اس بات کا علم ہوا تو فوراً ان مہمانوں کے پیچھے پیچھے بٹالہ چل پڑے کچھ خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ہو لئے۔ حضور اس وقت اتنی تیزی سے ان مہمانوں کے پیچھے گئے کہ قادیان سے اڑھائی میل پر ہی انہیں جا لیا اور بڑی محبت سے معذرت کی اور اصرار کر کے ان مہمانوں کو اپنے ساتھ واپس قادیان لے آئے۔ مہمان خانہ پہنچ کر حضورؑ نے ان مہمانوں کا سامان اتارنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ پھر حضرت اقدسؑ ان مہمانوں کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے بڑی شفقت و دلداری کی باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن جب مہمان لوٹنے لگے تو حضورؑ نے ان کے لئے دودھ منگوایا۔ پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے راستے والی نہر تک ان مہمانوں کو چھوڑنے گئے اور پھر اپنے سامنے یکے پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔

خواجہ عبدالرحمٰن صاحبؓ ساکن کشمیر بیان فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ باہر ایک ہی دسترخوان پر جملہ اصحاب کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اس صورت میں کشمیری اصحاب کو بھی اسی مقدار میں کھانا ملتا تھا جتنا کہ دیگر اصحاب کو۔ اس پر ایک دن حضرت مسیح موعودؑ نے کھانے کے منتظم کو حکم دیا کہ کشمیر کے لوگ زیادہ کھانے کے عادی ہوتے ہیں ان کو بہت کھانا دیا کرو اس پر ہم کو زیادہ کھانا ملنے لگا۔''

(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 824)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ ماریشیئس

27رنومبر تا 11ردسمبر 2005

ایک مختصر جائزہ

27رنومبر کو حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا مع ایک وفد کے لندن سے ماریشیئس کے لئے روانہ ہوئے۔ ساڑھے گیارہ گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد 28رنومبر کی صبح آپ ماریشیئس ایئرپورٹ پہنچے جہاں VIPلاؤنج میں امیر جماعت ماریشیئس مکرم امین جواہر صاحب، اور نائب امراء، صدر خدام الاحمدیہ اور صدر انصار اللہ نے حضور کا پرجوش استقبال کیا۔ صدر لجنہ اماء اللہ ماریشیئس اور اہلیہ امیر صاحب ماریشیئس نے حضرت بیگم صاحبہ کو خوش آمدید کہا۔

VIPلاؤنج میں ماریشیئس کے نیشنل MBC TV چینل کے ایک نمائندے کو حضور اقدس نے ایک سوال کے جواب میں اپنے ماریشیئس میں آمد کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ حکومتِ ماریشیئس نے حضور انور اور آپ کے وفد کو VIP کی تمام سہولیات مہیا کیں۔ جب حضور انور ایئرپورٹ سے باہر تشریف لائے تو وہاں کی مختلف جماعتوں سے آئے ہوئے ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ چونکہ ماریشیئس میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کا یہ پہلا دورہ تھا اس لئے 28رنومبر کا تاریخی دن عید کا سا سماں لئے ہوئے تھا۔ ہر کوئی حضور سے ملنے کے لئے بہت اہتمام سے تیار ہو کر آیا تھا۔ حضور انور نے بھی اپنا ہاتھ بلند کر کے ان کے خلوص اور پیار کا جواب دیا اور خصوصاً ان بچیوں کی طرف تشریف لے گئے جو آپ کی آمد کی خوشی میں مسلسل خیر مقدمی گیت پیش کر رہی تھیں۔

اس کے بعد آپ وہاں کے شہر Rose Hill تشریف لے گئے جہاں جماعت کی مرکزی بیت الذکر اور مشن ہاؤس دارالسلام موجود ہے۔ یہاں مکرم شمس تیجو صاحب کے گھر پر حضور پرنور کے قیام کا انتظام تھا۔ دسمبر 1993 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ماریشیئس تشریف لائے تھے تو آپ نے بھی اسی گھر میں قیام فرمایا تھا۔ شام سوا پانچ بجے حضور انور بیت دارالسلام تشریف لے گئے جہاں آپ نے ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ جس میں قریباً پندرہ سو کے قریب افراد شامل ہوئے۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور اقدس سے فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو ماریشیئس کی درج ذیل چھ جماعتوں سے تھیں:

Curepip, Teve Rouge, Quatre, Bornes, Rose Hill, Phoeni, &Trefles.

مذکورہ بالا تقریباً تمام افراد ہی زندگی میں پہلی بار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے شرفِ ملاقات حاصل کر رہے تھے اور ان کے چہرے بے پناہ خوشیوں سے معمور تھے۔ حضور انور نے ملاقات کے دوران بچوں کو قلم عنایت فرمائے اور بچیوں کو انگوٹھیاں تحفے میں عطا فرمائیں۔

اسی شام MBC TV نیشنل چینل پر حضور انور کی ماریشیئس آمد اور استقبال کی خبریں جھلکیوں کے ساتھ کریولی، انگریزی اور فرنچ زبان میں نشر کی گئیں۔

1912 میں مکرم نوردیا صاحب کے قبولِ احمدیت سے ماریشیئس میں احمدیت کا آغاز ہوا۔ 1913 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت صوفی غلام محمد مربی سلسلہ احمدیہ کو ماریشیئس بھجوایا اور اس طرح یہاں باقاعدہ جماعت کا نظام جاری ہوا۔ مربی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے 313 رفقاء میں بھی شامل تھے۔

29رنومبر:

پونے گیارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی قیام گاہ سے صدر مملکت Sir Anerood Jugnauth سے ملاقات کیلئے سٹیٹ ہاؤس پہنچے۔ صدر

مملکت کے سیکرٹری اور گارڈ نے آپ کا استقبال کیا اور صدر مملکت کی اہلیہ Lady Sarojini Jugnauth نے حضرت بیگم صاحبہ کا استقبال کیا۔انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جب اس سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ 1933 میں ماریشیئس تشریف لائے تھے تو اس وقت وہ وزیر اعظم تھے اور ان کے ساتھ بنوایا گیا فوٹو گراف آج بھی ان کے گھر میں آویزاں ہے۔اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے صدر مملکت کو پاکستان کے طرز حکومت کے بارے میں بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کا قانون کچھ ایسا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کا خلیفہ ءوقت وہاں قیام نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی جماعت سے خطاب کر سکتا ہے۔اس کے ساتھ واقعہ مونگ (منڈی بہاؤ الدین) کا بھی ذکر ہوا۔صدرِ مملکت نے حکومتِ پاکستان کے اس سیاسی طرزِ عمل اور دیگر واقعات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔حضور انور نے انہیں بتایا کہ اس مخالفت کے باوجود جماعت نے بہت ترقی کی ہے۔1984 میں جماعت کے خلاف جب آرڈیننس جاری ہوا تو اس وقت 75 ممالک میں جماعت موجود تھی لیکن اب اللہ کے فضل وکرم سے 181 ممالک میں احمدیت کا نفوذ ہو چکا ہے۔اس کے بعد صدر مملکت کی ہدایت پر ان کے کیمرہ مین نے تصاویر بنائیں۔حضورِ انور نے صدر مملکت کو ایک شیلڈ پیش کی اور MTA کی ٹیم نے بھی تصاویر اور ویڈیو وغیرہ بنائی۔

صدرِ مملکت سے ملاقات کے بعد حضور انور اِس شہر کے اُس مقام پر تشریف لے گئے جسے ''دنیا کا کنارہ'' End of the World کہا جاتا ہے۔بعد ازاں آپ ایک بستی Pailles کے قبرستان میں گئے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک رفیق "حضرت حافظ عبیداللہ صاحب ؓ" مدفون ہیں جو 1917 کو مربی کی حیثیت سے ماریشیئس آئے اور یہیں پر 32 سال کی عمر میں 4/دسمبر 1923 میں ان کی وفات ہوئی تھی۔خلافتِ ثانیہ کے دور میں ہندوستان سے باہر حضرت حافظ صاحب ؓ پہلے شہید تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ نے 7/دسمبر 1923 کے خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''مولوی عبیداللہ ہمارے ملک میں سے تھا۔جس نے عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ دین کے لئے زندگی وقف کرنا اور پھر اس عہد کو نباہنا دونوں باتوں کو جانتا تھا۔ہماری جماعت میں پہلے شہید حضرت سید عبداللطیف ؓ تھے یا دوسرے کہ اس سے پہلے ان کے ایک شاگرد شہید ہوئے تھے۔مگر وہ ہندوستان کے نہ تھے بلکہ ہندوستان سے باہر کے تھے۔ہندوستان میں سے شہادت کا پہلا موقعہ عبیداللہ کو ملا۔ہمیں اس کی موت پر فخر ہے تو اس کے ساتھ صدمہ بھی ہے کہ ہم میں سے ایک اور پاک روح جو خدا کے دین کی خدمت میں شب وروز مصروف تھی جدا ہو گئی۔''

نیز حضور ؓ نے فرمایا۔

''میں نے اور خوبیوں کے علاوہ اس میں ایک خاص خوبی پائی تھی اور اس خوبی کو اس کی موت نے اور نمایاں کر دیا ہے۔وہ یہ تھی کہ اس نے دین کے لئے زندگی وقف کرنے کا جو عہد کیا تھا اس کو نہایت صبر اور استقلال کے ساتھ نباہا اور اخیر وقت تک کسی قسم کی شکایت یا تکلیف کے اظہار کا ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکلا۔۔۔اس لمبے عرصے میں اس عزیز نے کبھی اپنے کسی خط میں کسی امر کی شکایت اشارۃً یا کنایۃً نہیں لکھی اور میں نے کبھی اس کے خط سے محسوس نہیں کیا تھا کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے یا اس کو اپنے عزیز و اقارب یاد آتے ہیں۔''

اس کے بعد آپ نے جماعت Pailles کی احمدیہ بیت النور کا وزٹ کیا اور افراد جماعت کو ملاقات کا شرف بخشا۔اس کے بعد آپ یہاں کی ایک اور 12 کلومیٹر کے فاصلہ پر موجود جماعت Trefles کو روانہ ہوئے۔یہاں بھی آپ نے جماعت کے افراد،خواتین اور بچیوں سے ملاقات کی جو آپ کے والہانہ استقبال کے لئے موجود تھے۔بعد ازاں جماعت Stanley جو چند کلومیٹر دور ہے،تشریف لے گئے ،بیت الذکر احمدیہ بیت عثمان جس کی تعمیر 2001 میں مکمل ہوئی تھی' کا معائنہ فرمایا اور اس کی توسیع کے بارے میں دریافت فرمایا۔اس کے بعد آپ واپس Rose Hill تشریف لے گئے اور دارالسلام میں ظہر وعصر کی نمازیں پڑھائیں۔

بعد دوپہر حضور انور Quatre Bornes شہر کے لئے روانہ ہوئے جہاں وائس پریذیڈینٹ ہاؤس میں وائس پریذیڈنٹ نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اس دوستانہ ملاقات کے دوران آپ سے پوچھا کہ چونکہ آپ ایک عالمی لیڈر ہیں اس لئے دنیا کو حقیقی دینی تعلیم اور جہاد کے تصور کے بارے میں بتائیں۔حضور انور نے اس سوال کے جواب میں ہارٹلے پول کی بیت الذکر کے افتتاح کے موقعہ پر غیر مذاہب مہمانوں سے بات چیت کا ذکر بھی کیا۔حضور انور کے اس مفصل جواب کے بعد وائس پریذیڈنٹ نے اس بات کا اقرار کیا کہ آج تک میں سمجھتا تھا کہ مجھے دین حق کا علم ہے لیکن اب میں کہتا ہوں کہ آج مجھے اس کا صحیح علم ہوا ہے۔اس ملاقات کے بعد آپ واپس Rose Hill تشریف لے آئے جہاں مغرب وعشاء کی نمازوں تک فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

29/دسمبر کے وہاں کے نیشنل اخبار "La Mauricien" میں" خلیفہ مرزا مسرور احمد ماریشیئس میں" کے عنوان سے جماعت کے تعارف اور حضور انور کی آمد اور جلسہ سالانہ ماریشیئس کی خبر شائع ہوئی۔

30/نومبر:

فجر کی نماز کے بعد حضور اقدس رہائشگاہ واپس تشریف لائے، صبح دفتری کاموں کی انجام دہی میں مصروف رہے اور اس کے بعد ساڑھے گیارہ بجے بیت دارالسلام میں فیملی ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو دوپہر تک جاری رہا۔ آج حضور انور نے ماریشیئس کی مختلف جماعتوں اور ان کے بیوت الذکر کا معائنہ فرمایا۔ ماریشیئس کی جماعت Quareier کو Montagne Blanche کے علاقہ میں ایک علیحدہ مقبرہ موصیان بنانے کی توفیق ملی ہے۔ حضور انور اس جماعت کی وزٹ کے بعد مقبرہ موصیان تشریف لے گئے۔ اس قبرستان کی تعمیر سے قبل موصیان یہاں کے مختلف قبرستانوں میں دفن کئے جاتے تھے اب اس کے قیام کے بعد فوت ہونے والی ایک موصیہ محترمہ بشریٰ سلطان صاحبہ کی وفات کے بعد انہیں یہاں دفن کیا گیا اس طرح وہ پہلی موصیہ ہیں جو اس قبرستان میں دفن ہوئیں۔ حضور انور نے ان کی قبر پر دعا کی۔ حضور انور اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے اس مقبرہ کے احاطہ میں ایک ایک پودا لگایا۔

اس کے بعد حضور انور جماعت Montagne Blanche روانہ ہوئے جہاں 1935 میں جماعت قائم ہوئی تھی۔ حضور انور کے استقبال کے لئے جماعت نے سنٹر کو جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا ہوا تھا۔ اس سینٹر کے ایک ملٹی پرپز ہال میں بچوں کی تعلیم وتربیت کی کلاسز منعقد کرنے کا انتظام ہے اور ایک اور بڑے ہال میں Indoor کھیلوں کا انتظام ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب ماریشیئس کے ساتھ ازراہِ شفقت ٹیبل ٹینس کھیلا، ان کے بعد باری باری ایک آدھ منٹ کے لئے تقریباً بیس خدام نے بھی اپنے آقا کے ساتھ اس کھیل میں حصہ لیا۔

اس کے بعد حضور انور یہاں کے ایک قریبی قبرستان Saint Pierre تشریف لے گئے اور وہاں مدفون ایک مربی مکرم حافظ جمال احمد صاحب کی قبر پر دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے مقامی جماعت کا معائنہ فرمایا۔ یہاں 1917 میں جماعت کا نفوذ ہوا جب یہاں بھنوں خاندان کے آٹھ بھائیوں پر مشتمل آٹھ گھرانوں کے 80 افراد نے احمدیت قبول کر لی۔ جماعت کے مرکز بیت رضوان میں حضور اقدس کا شاندار استقبال ہوا اور دعائیہ نظمیں پیش کی گئیں۔

پھر حضور انور Gentilly جماعت تشریف لے گئے، وہاں کے بیت الذکر "بیت طارق" کا معائنہ فرمایا۔

تقریباً چھ بجکر پچاس منٹ پر آپ واپس Rose Hill کیلئے روانہ ہوئے جہاں سات بجے نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ کے ساتھ میٹنگ تھی جو ساڑھے آٹھ بجے تک جاری رہی۔ حضور انور نے باری باری تمام عاملہ کارکنات کے کاموں کا جائزہ لیا اور ہدایات جاری فرمائیں۔ اس میٹنگ کے اختتام پر مغرب وعشاء کی نمازیں ہوئیں اور بعد ازاں حضور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

یکم دسمبر:

بعد نمازِ فجر صبح اور دوپہر کا بیشتر وقت حضور انور نے مختلف دفتری امور کی انجام دہی میں گزارا۔ ساڑھے پانچ بجے بیت دارالسلام میں عصر وظہر کی نمازیں پڑھائیں اور بیت کے رہائشی حصہ کا معائنہ فرمایا۔ اس معائنے کے بعد آپ جلسہ کے انتظامات کے معائنہ کے لئے جلسہ گاہ روانہ ہوئے جو بیت دارالسلام سے تین کلومیٹر دور Trainon کے مقام پر بنایا گیا تھا۔ MTA کی Live coverage اور ٹرانسلیشن روم کے بارے میں حضور انور نے بعض امور سے متعلق احباب سے دریافت فرمایا۔ بیوت الخلاء اور پانی کی فراہمی کے بارے میں بھی دریافت فرمایا اور اس کے بعد لنگر خانہ کا معائنہ کیا اور سب کارکنان کو شرف مصافحہ بخشا۔ آپ نے تینوں دن کے کھانوں کے مینو کے بارے میں دریافت فرمایا اور ہدایات دیں۔ اس معائنہ کے بعد اس علاقہ کی میونسپلٹی Quatrabore کے میئر Mr. Appaadoo بطور خاص حضور سے ملنے آئے اور انہیں جلسہ منعقد کرنے پر خوش آمدید کہا۔ حضور کے ایک سوال کے جواب میں میئر صاحب نے مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہوئے بتایا کہ اس علاقے میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں جنہیں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ بعد ازاں حضور نے کارکنان جلسہ گاہ سے خطاب فرمایا۔

2/دسمبر:

44 ویں جلسہ سالانہ ماریشیئس کا آغاز پرچم کشائی کی تقریب سے ہوا۔ اس کے بعد حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا کہ جماعت کے جلسوں کا مقصد تقویٰ اور روحانی تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ جماعت کو نصائح کرتے ہوئے آپ

نے فرمایا کہ ایم ٹی اے کے پروگراموں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔اور یہ ذہن میں رکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور شرائطِ بیعت کا کیا مقصد ہے۔آج کا دن ماریشیئس کی جماعت کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل تھا۔ یہ ان کا پہلا جلسہ سالانہ ہے جس میں کسی خلیفۃ المسیح نے شرکت کی اور جو MTA پر نشر ہوا۔ یہ ملک دنیا کا کنارہ کہلاتا ہے اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام کہ ''میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' پوری شان کے ساتھ پورا ہوتے تمام دنیا نے دیکھا۔

ساڑھے پانچ بجے فیملی ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔آج ماریشیئس کی مزید چار جماعتوں سے آنے والے افرادِ جماعت کے علاوہ تین ہمسایہ جزائر ممالک سے آنے والے وفود نے حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا نیز ساؤتھ افریقہ، ہندوستان، امریکہ، کینیڈا، بیلجیئم، یوکے اور فرانس سے آنے والے بعض افراد نے بھی حضور انور سے ملاقات کی۔

3/دسمبر:

آج گیارہ بج کر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ سے خطاب فرمایا۔ خطاب سے قبل آپ نے نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات کو سرٹیفکیٹ اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے میڈل سے نوازا۔

اس کے بعد نمازیں ادا کی گئیں اور آپ اپنی قیامگاہ تشریف لے آئے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ سہ پہر پانچ بجے حضور دوبارہ جلسہ گاہ تشریف لائے اور ماریشیئس کے ڈیفینس سیکرٹری MR. Seebaluck نے آپ سے ملاقات کی۔ سیکرٹری صاحب نے آپ کو خوش آمدید کہا اور حضور کی خدمت میں ماریشیئس کے اقتصادی حالات کی بہتری کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے ان کو تجاویز دیتے ہوئے فرمایا کہ آجکل ٹورسٹ انڈسٹری بڑھ رہی ہے اس طرف توجہ دیں اور کاٹن اگائیں اور درخت لگائیں تا کہ زیادہ لکڑی مہیا ہو اور کمپیوٹر انڈسٹری پر بھی زیادہ توجہ دیں۔ حضور انور نے ڈیفینس سیکرٹری صاحب کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میرے قیام کے دوران جو سہولیات آپ نے مجھے دی ہیں وہ میری توقعات سے بڑھ کر ہیں۔

آج ماریشیئس کی سات جماعتوں Montagne Blanche, New Grove, Phoenix, Triolet, Stanley, Montagne Longue and Union Park کی 30 فیملیز کے 317 افراد نے حضور انور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ملاقاتوں کے بعد حضور ایدہ اللہ نے مردانہ جلسہ گاہ میں تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں پڑھائیں۔ نمازوں کے بعد سات نکاحوں کا اعلان ہوا جس کے بعد آپ نے دعا کروائی اور متعلقہ خاندانوں سے ملاقات کی۔

آج بھی میڈیا نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی جلسہ سالانہ کی مصروفیات، کارروائی، MTA کی نشریات، خطبہ جمعہ اور اس کے متعدد زبانوں میں تراجم کی نشریات، جماعتِ احمدیہ عالمگیر کے قیام کے حالات و واقعات اور تعارف کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ایک اخبار نے لکھا کہ جماعت کے اس جلسہ میں دوسرے ممالک Rodrigues, Reunion, Moyotte, India, Ichelles, Madagascar,U.K., France, South Africa & Comorose کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس جماعت کا اپنا سیٹلائیٹ چینل ہے جو دنیا کے ایک سو پچاس ممالک میں 24 گھنٹے کی نشریات پیش کرتا ہے۔

4/دسمبر:

جلسے کے تیسرے اور آخری دن 4 دسمبر 2005 کو ظہر وعصر کی نمازوں کے بعد بیعت کی تقریب ہوئی اور چھ مرد احباب اور چھ خواتین نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ حضور انور نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ قرآن کریم کے دو ہی بڑے حکم ہیں خدا کی عبادت اور بنی نوع انسان کی ہمدردی۔ ایسا معاشرہ پیدا کریں جس میں محبت و پیار کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے۔ جلسہ کے ایام کو ذکرِ الٰہی میں گزاریں۔ نیکی کی تعلیم کو پھیلائیں اسی میں عزت ہے۔ پنجوقتہ نمازوں کا التزام کریں، جھوٹ سے بچیں۔ زبان کے غلط استعمال سے اجتناب کریں اور اپنے ملک وقوم کی ترقی میں مصروفِ عمل رہیں۔

5/دسمبر:

صبح ڈاک ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور انور ماریشیئس کے ایک مشہور باغ

Sir Seewoosagur Ramgoolam Botanic Garden

کی سیر کے لئے تشریف لے گئے جو دارالحکومت Port Louis کی بندرگاہ سے سات میل شمال مشرق کی طرف Pamplemoisses کے علاقہ میں واقع ہے اور دنیا بھر کے باغات میں تیسرے نمبر پر شمار کیا جاتا ہے۔ باغ کے ایک گائیڈ نے حضور انور کو

باغ کے مختلف حصے دکھاتے ہوئے بتایا کہ یہاں Palm کی مختلف اقسام موجود ہیں۔ پام کے بعض درختوں کے پتے قریباً 3 میٹر لمبے ہیں۔ یہ درخت 40 سے 60 سال پرانے ہوکر پھول دینا شروع کرتے ہیں۔ ان کے اوپر چھتری کی شکل میں لگنے والے پھولوں کا یہ غیر معمولی گچھا پانچ کروڑ چھوٹے چھوٹے پھولوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ درخت کی چوٹی پر درخت سے چھ میٹر اوپر اُگتا ہے۔ یہ درخت پھول دینے کے بعد مر جاتا ہے۔ اس کے بعد پام کے درختوں کی دوسری اقسام کے بارے میں بھی گفتگو ہوئی۔ بعد ازاں آپ کو اس باغ میں موجود کنول کے پھولوں کا تالاب دکھایا گیا جو تین قسم یعنی سفید، گلابی اور نیلے رنگ کے کنول کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ حضور انور نے اس کی تصاویر بھی بنائیں اور مزید سوالات دریافت فرمائے۔ اس باغ کے مختلف حصوں کی سیر کے بعد آپ نے یہاں کی مقامی جماعت Triolet کی بیت عمر کا معائنہ فرمایا اور احباب سے ان کے کاموں کے بارے میں دریافت فرمایا۔ خواتین اور بچیوں کو بھی حضور انور نے وقت دیا اور اس کے بعد جماعت کے دفتر میں تشریف لا کر کمپیوٹر کے سسٹم اور ریکارڈ کے نظام کا جائزہ لیا اور جماعت کی وزیٹر بک پر احباب کی درخواست پر لکھا ''اللہ تعالیٰ اخلاص و وفا میں جماعت کو بڑھائے۔'' اس کے بعد ظہر وعصر کی نمازیں ادا کی گئیں۔

پروگرام کے مطابق شام ساڑھے چھ بجے نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ کی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میٹنگ تھی۔ قائد عمومی سے حضور انور نے مجالس کی تعداد معلوم کی اور مجلس اور جماعت کا فرق سمجھایا۔ آپ نے ہدایت فرمائی کہ جو مجالس باقاعدہ رپورٹس نہیں بھجواتیں ان کو صرف میٹنگ میں توجہ دلانا کافی نہیں بلکہ خطوط لکھیں اور بار بار یاددہانی کروائیں۔ قائد اشاعت کو ہدایات دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ مجلس انصار اللہ کا اپنا Newsletter ہونا چاہئے جس میں مہینہ کے چاروں خطبات کا ذکر ہو اور مقامی زبان میں ترجمہ ہو۔

6 دسمبر:

نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد پروگرام کے مطابق جزیرہ Rodrigues کے وزٹ کے لئے حضور انور ماریشیس کے ایئر پورٹ کو روانہ ہوئے۔ ایئر پورٹ کے راستے میں New Grove کی جماعت کے بیت السلام کا معائنہ فرمایا جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1933 میں فرمایا تھا۔ اس کے بعد ماریشیس کے ایئر پورٹ سے حضور انور اپنے قافلے کے ممبران اور جماعت ماریشیس کے پچاس احمدی احباب کے ساتھ Rodrigues کے خوبصورت وادیوں پر مشتمل جزیرہ کو روانہ ہوئے۔ جہاز میں، جو قریباً سارا ہی جماعت کے افراد سے بھرا ہوا تھا' اعلان کے ذریعے بتایا گیا کہ اس وقت جہاز میں ہیڈ آف دی احمدیہ کمیونٹی حضرت مرزا مسرور احمد (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ) سفر کر رہے ہیں۔ Rodrigues میں حکومت کی طرف سے حضورِ انور کے لئے VIP کی تمام سہولیات موجود تھیں۔ حکومت کی انتظامیہ کی طرف سے بہترین استقبال ہوا۔ حسب سابق یہاں بھی ایئر پورٹ سے باہر مقامی جماعت کے صدر صاحب حضور انور کے استقبال کے لئے موجود تھے اور جماعت کے باقی افراد، خواتین اور بچیوں کی حضور اقدس کے لئے عقیدت دیکھنے کے قابل تھی۔ یہاں ایک ہوٹل میں حضور انور کی رہائش کا انتظام تھا۔

اس جزیرہ کے سربراہ چیف کمشنر Mr. Serge Clair نے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ پون گھنٹے کی اس طویل دوستانہ ملاقات میں چیف کمشنر صاحب نے حضور کو جزیرہ میں خوش آمدید کہا اور حکومتی نظام کے بارہ میں تفصیل سے بتایا۔ چیف کمشنر کے سوال کے جواب میں حضور انور نے بتایا کہ کیوں پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کے خلیفہ کے لئے قانونی طور پر یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی مذہبی ذمہ داریاں ادا کر سکے۔ حکومتِ پاکستان کے اس آرڈیننس کے لئے چیف کمشنر نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ زراعت کے حوالہ سے حضور انور نے انہیں بہت مفید مشورے دیئے۔ حضورِ انور نے چیف صاحب کو تحفے میں ایک شیلڈ پیش کی اور چیف صاحب نے بھی آپ کو تحفہ پیش کیا۔

اس ملاقات کے بعد حضور اقدس یہاں کی جماعت کے مشن ہاؤس بیت نور تشریف لے گئے۔ مشن ہاؤس کے معائنہ کے بعد فیملی ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد نمازیں پڑھی گئیں۔ حضور انور نے صدر صاحب کو بتایا کہ میں نے ملاقاتوں کے دوران جائزہ لیا ہے کہ یہاں کے بچوں اور بڑوں کو بھی نماز نہیں آتی اور تربیت کی بے حد کمی ہے لہٰذا ن سب کی کلاسز ہونی چاہئیں۔ یسرنا القرآن اور قرآن کریم بھی پڑھایا جائے۔

شام پانچ بجے یہاں کے ایک علاقہ Lafeme میں بیت الذکر کا سنگِ بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی۔ حضور انور نے بیت الذکر کے نقشہ اور دیگر امور کا جائزہ لیا اور کچھ تبدیلی کرنے کے بارے میں ہدایات جاری کیں اور سنگِ بنیاد کے طور پر یہاں آویزاں تختی کی نقاب کشائی کی اور دعا کروائی۔ اس کے بعد اس خوبصورت

جزیرہ کی سیر کا پروگرام تھا۔ سرسبز پہاڑوں، وادیوں اور پھلدار درختوں سے بھرا ہوا یہ جزیرہ اس خوبصورت سفر کو اور بھی دلکش بنا رہا تھا۔ بیت النور پہنچ کر حضور انور نے اپنے ہاتھ سے ناریل کا پودا لگایا، حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا نے بھی ناریل کا ایک پودا لگایا جس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔ پودا لگانے کی اس تقریب کے بعد حضور انور نے اپنے کیمرہ سے تمام احباب جماعت کا ایک گروپ فوٹو بنایا اور پھر خود بھی اس گروپ میں شامل ہو کر احباب کو اپنے ساتھ تصویر بنوانے کا شرف بخشا۔ اسی رات حضور انور جزیرہ Rodrigues سے ایک گھنٹہ اور بیس منٹ کی پرواز کے بعد ماریشیئس Rose Hill واپس تشریف لے آئے۔

7/ دسمبر:

دارالسلام Rose Hil میں حضور نے نماز فجر کی امامت فرمائی۔ صبح ڈاک ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور انور نے ماریشیئس کی سات جماعتوں سے آئے ہوئے افراد کو شرفِ ملاقات بخشا۔ ملاقاتوں کا یہ پروگرام ظہر وعصر کی نمازوں تک جاری رہا۔ اس کے بعد تقریب آمین منعقد ہوئی جس میں 20 بچے اور 19 بچیاں شامل ہوئیں۔ حضور انور نے سب بچوں سے باری باری قرآن کریم کا کچھ حصہ سنا اور دعا کروائی بعد ازاں آپ اپنی قیامگاہ پر تشریف لے گئے۔ سوا پانچ بجے دوبارہ مشن ہاؤس دارالسلام تشریف لائے اور مزید فیملی اور انفرادی ملاقاتوں کا آغاز ہوا جس میں 189 افراد نے حضور انور سے ملاقات کی۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ شام سات بجے تک جاری رہا جس کے بعد نماز ادا کی گئی۔

آج کا ایک اور خصوصی پروگرام، حضور انور کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں دیئے جانے والے عشائیہ کی تقریب تھا۔ اس تقریب میں 55 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی جس میں ماریشیئس کے

Deputy Prime Minister and Minister for Tourism, Leisure and External Communication, Minister of Labor, Mayor of Quatre Bornes, Former President of The Republic, Coroner, Former President of Mauritius Council of Social Sciences

وغیرہا شامل تھے۔ تقریب کا آغاز حسبِ روایت تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ بعد ازاں سیکرٹری صاحب امور خارجہ نے اپنے استقبالیہ ایڈریس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کروایا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ استقبالیہ کے بعد حضور انور نے "دین حق" پر پُر معارف خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ دین حق دہشت گردی، ظلم اور فساد کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، اس کے برعکس امن پسندی اور انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ دین حق جنگ میں معصوم بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو مارنے کے خلاف ہے لیکن آجکل جو میزائل برسائے جاتے ہیں اس میں معصوم بچے، عورتیں اور بوڑھے بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں تو یہ تو دین حق کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ دوسری جنگ عظیم میں ایٹم بم گرائے گئے تھے جس کے بداثرات اب تک نسل در نسل منتقل ہو رہے ہیں۔ اگر اس قسم کی بدعملیوں میں ملوث ملک اپنے رویوں میں تبدیلی نہیں کریں گے تو خدا کی پکڑ ان کو گھیرے گی۔ تو آج کی بہترین تعلیم یہی ہے کہ ظلم سے باز رہیں، انصاف سے کام لیں اور یہی نیک مقاصد ہیں جن کی اشاعت کی جماعتِ احمدیہ کوششیں کر رہی ہے۔ فی زمانہ یہی جہاد ہے کہ لوگوں کو خدا کی طرف بلایا جائے۔

8/ دسمبر:

حسبِ معمول نمازِ فجر کے بعد حضور انور اپنی قیامگاہ پر تشریف لے گئے۔ ڈاک ملاحظہ کرنے کے بعد ساڑھے گیارہ بجے آپ تقریباً 40 کلو میٹر دور ایک خوبصورت اور سرسبز وشاداب علاقہ Chamarel کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں حضور انور نے ایک خوبصورت آبشار ملاحظہ فرمائی اور تصاویر بنائیں۔ ویسے تو یہ سارا علاقہ ہی قدرتی حسن سے مالا مال ہے لیکن اس کا ایک حصہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ حصہ سخت پتھریلے ٹیلوں کی شکل میں ہے جو سات رنگوں پر مشتمل ہیں۔ ساری دنیا میں یہ واحد ایسی جگہ ہے جہاں زمین کے سات مختلف رنگ ایک ساتھ نظر آتے ہیں۔ یہ جگہ اپنے اس غیر معمولی حسن کی وجہ سے سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ ہمارے پیارے آقا اور قافلہ کے ممبران بھی اس جگہ کی سات رنگوں کی خوبصورتی سے محظوظ ہوئے اور تصاویر بنائیں۔ اسی طرح کے اور خوبصورت مناظر سے مزین راستے پر واپسی کا سفر جاری رکھتے ہوئے حضور اقدس پونے تین بجے اپنی رہائشگاہ واپس پہنچے۔

شام سوا پانچ بجے نمازوں کے بعد وقفِ نو کی حضور کے ساتھ کلاس تھی۔ اس میں 110 بچے شامل ہوئے جو سب سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس تھے۔ بچوں نے تقاریر اور نظمیں پیش کیں۔ حضور انور نے بچوں سے ان کی تعلیم اور فیلڈ کے بارے

میں دریافت فرمایا نیز یہ بھی جائزہ لیا کہ کتنے بچے باقاعدگی سے نمازیں پڑھتے ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ وقفِ نو کے بچوں کو نصائح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ نماز، قرآن کریم کے بعد ضروری ہے کہ اپنا مذہبی علم بڑھانے کے لئے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے اور مختلف فیلڈز کو چنا جائے جیسا کہ جماعت کو مختلف فیلڈز کے ماہر چاہئیں۔

واقفین نو بچوں کی کلاس کے بعد واقفات نو بچیوں کی کلاس کا آغاز ہوا۔ بچیوں نے بھی حضور کی خدمت میں مارشیئس کے بارہ میں ایک پروگرام پیش کیا۔ بعد ازاں حضور انور نے بچیوں سے وقت پر نماز پڑھنے، باقاعدگی سے خطبہ جمعہ سننے اور احمدیت کے خلاف اعتراضات پر مبنی لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بارے میں کچھ سوالات دریافت فرمائے اور انہیں نصائح سے نوازا۔ پروگرام کے اختتام پر حضور انور نے بچیوں کو انعامات دیئے۔

خطبہ جمعہ **9/دسمبر** جو بیت دارالسلام مارشیئس سے ہی براہِ راست نشر کیا گیا میں حضور انور نے حقوق العباد کی اہمیت پر زور دیا۔ آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنا سیکھیں، باہمی اختلاف ختم کریں اور صبر سے کام لیں۔ آپ نے مارشیئس کے ابتدائی احمدیوں اور مربیان کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جماعت کو نصائح فرمائیں کہ پرانے احمدی احباب اور یہاں آنے والے ابتدائی مربیان کی قربانیوں کو یاد رکھا جائے اور ان کی تقلید کی جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی اس سرزمین پر احمدیت کا پیغام پہنچ گیا تھا اور خلافتِ اولیٰ کے زمانہ میں یہاں جماعت قائم ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی دلوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف پھیر دیا۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کو قرآنی احکام اور سنتِ نبویؐ کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

10/دسمبر:

آج حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مارشیئس کے دورہ کا تیرھواں دن تھا۔ معمول کی مصروفیات کے علاوہ آج ساڑھے گیارہ بجے نیشنل مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کی حضور انور کے ساتھ میٹنگ منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں آپ نے تمام شعبہ جات کے معتمدین کو اہم نصائح فرمائیں۔ اس میٹنگ کے بعد آپ نے بیت دارالسلام میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اور بعد ازاں اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

شام ساڑھے چھ بجے حضور انور رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے اور مختلف مقامی احمدی گھرانوں کے وزٹ کئے۔ ان خوش نصیب افراد جماعت نے حضور انور کے ساتھ اس موقع پر تصاویر بنوائیں۔ اپنے پیارے امام کے ساتھ ان خوشکن لمحات کی سرشاری ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ اس وزٹ کے بعد آپ دوبارہ بیت میں تشریف لائے اور نمازیں ادا کیں۔ تمام احبابِ جماعت کو السلام علیکم اور اللہ حافظ کہا۔ چونکہ آج حضور انور کے مارشیئس کے حالیہ دورے کا آخری دن تھا اس لئے حضور کو ملنے کثرت سے احباب بیت دارالسلام میں موجود تھے یہاں تک کہ اس کے بیرونی احاطے میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ روانگی سے قبل حضور انور نے دعا کروائی۔ 10 اور 11 دسمبر کی درمیانی رات ڈیڑھ بجے آپ ایئرپورٹ تشریف لائے۔ یہاں بھی خلیفۂ وقت اور اپنے پیارے امام کو خدا حافظ کہنے اور ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب احباب جماعت کثرت سے موجود تھے۔ رات کے اس وقت بھی خواتین اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ وہاں موجود تھیں۔ حضور انور ان کی بے تابی کو دیکھتے ہوئے ازراہِ شفقت اپنی گاڑی سے اترے اور ان سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کر کے ان کے نعروں اور سلام کا جواب دیتے رہے۔ اس طرح سے یہ 13 روزہ دورہ مکمل ہوا اور تقریباً اڑھائی بجے حضور انور دہلی جانے کے لئے جہاز میں سوار ہوئے۔ سات گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک قدم پہلی بار دہلی اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر پڑے۔ الحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو صحت وسلامتی سے نوازے اور جیسا کہ آپ نے اپنے مارشیئس کے دورہ کے دوران ایک سوال کے جواب میں صدرِ مملکت مارشیئس کو بتایا کہ گزشتہ اڑھائی سال سے میں نے مختلف ممالک کے سفر کئے ہیں تا کہ اپنی جماعت کے احباب سے ملوں ان کے مسائل دیکھوں۔ ان کی ضروریات کا جائزہ لوں اور مزید آگے بڑھنے کے پروگرام بنائے جائیں۔ جماعت کی ترقی اور اصلاح سے متعلق آپ کے یہ تمام نیک مقاصد اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے پورے فرمائے اور ہمیں اپنے پیارے آقا کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ آمین۔

(ماخوذ از رپورٹ مکرم عبدالماجد طاہر صاحب، روزنامہ الفضل ربوہ)

☪☪☪☪ ☪☪☪☪ ☪☪☪☪☪

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کے خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 6/جنوری 2006 بمقام قادیان کا خلاصہ

تحریک وقفِ جدید کے 49 ویں سال کا اعلان اور

جماعت کی مالی قربانی کے بے مثال نمونے

نوٹ: حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 6/جنوری 2006 کے خطبہ جمعہ میں تحریک وقفِ جدید کے 49 ویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے جبکہ مکمل خطبہ www.alislam.org پر سنا جاسکتا ہے۔ الحمدللہ اس سال بھی جماعت امریکہ کو اس بابرکت تحریک میں مالی قربانی کرنے کے لحاظ سے پہلی پوزیشن برقرار رکھنے کی توفیق ملی ہے۔ مذکورہ بالا خطبہ جمعہ میں حضور انور نے انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اس تحریک میں شمولیت جماعت کی اصلاح اور روحانی ترقی کے لئے بے حد اہم ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ:

''اب زمانہ ہے کہ ہر گاؤں میں، ہر قصبہ میں اور ہر شہر میں اور وہاں کی ہر مسجد میں ہمارا مربی اور معلم ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے بہر حال جماعت کو مالی قربانیاں کرنی پڑیں گی، اپنے بچوں کی قربانیاں کرنی پڑیں گی کہ ان کو اس کام کے لئے پیش کریں، وقف کریں اور سب ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر بھی قائم ہوں''

میری احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ اس خطبہ کو غور سے سُنیں اور اپنے وعدہ جات کا تعین کرتے ہوئے اس سال بھی باقاعدگی سے ادائیگی کرنے کی پوری کوشش کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(سید وسیم احمد، نیشنل وقفِ جدید سیکرٹری جماعت امریکہ)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ صف کی آیات 11 تا 13 تلاوت کیں اور فرمایا آج میں مالی قربانی کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ گزشتہ سال کی قربانیوں کا ذکر کروں گا اور وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کروں گا۔ حضور انور نے یہ خطبہ قادیان میں جلسہ سالانہ کیلئے تیار کئے گئے زنانہ جلسہ گاہ میں ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ حسبِ معمول ایم ٹی اے پر متعدد زبانوں میں تراجم کے ساتھ براہ راست نشر کیا گیا۔

خطبہ کے آغاز میں حضور انور نے جماعت احمدیہ عالمگیر کو نئے سال کی مبارکباد پیش فرمائی اور فرمایا کہ گزشتہ خطبہ میں شکر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پس شکر کے جذبات دل میں رکھ کر نئے سال میں داخل ہوں تا کہ خُدا کے فضلوں میں مزید برکت ہو۔ حضور انور

نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے ان بے شمار فضلوں، انعاموں اور احسانوں کا جو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے طفیل نازل ہو رہے ہیں انسانی سوچ احاطہ نہیں کر سکتی۔ حضور انور نے فرمایا کہ مالی قربانی کرنے والا خدا کا ہمیشہ کیلئے مقرب بن جاتا ہے مالی قربانی دلوں کو پاک کرنے اور اللہ کا قرب دلانے کا ذریعہ ہے۔ اپنی زندگیوں کو سنوارنے کے لئے مالی قربانی میں حصہ لینا بہت ضروری ہوتا ہے جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے، اپنی دنیا اور آخرت سنوارنے کیلئے خدا کے حکموں کے مطابق جاری کردہ مالی تحریکات میں حصہ لیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مخلصین کی ایک بہت بڑی تعداد جماعت کو عطا کی ہے۔ حضور انور نے بعض احمدیوں کی قربانیوں کا ذکر فرمایا۔ اور قرآن، احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ و حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بچوں کی اور اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر مالی قربانی کرنے والی دنیا میں آج صرف ایک ہی جماعت ہے جو جماعت احمدیہ ہے۔ احمدی اپنی خواہشات کو مارتے ہوئے اپنی جمع پونجی خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ وقف جدید کی تحریک میں کوئی معیار کی پابندی نہیں۔ اس لئے ہر کوئی حصہ لے سکتا ہے۔ خاص طور پر نومبائعین کو اس میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔ تاکہ شروع سے ہی ان کو قربانی کی عادت پڑ جائے اور پھر آہستہ آہستہ توفیق بھی بڑھے گی اسی طرح آپ نومبائعین کو اور اگلی نسلوں کو سنبھال سکیں گے۔ کیونکہ اس سے تربیت ہوگی اور نظام جماعت کا حصہ بن سکیں گے اس طرف توجہ دینی چاہیئے اور جماعتی نظام کو بھی چاہیئے کہ مالی قربانی کی اہمیت اور افادیت سے تمام افراد جماعت کو آگاہ کرے۔

حضور انور نے فرمایا کہ وقف جدید میں مالی قربانی کے ساتھ نفوس کی بھی قربانی ہے۔ ہمیں کثرت سے مربیان اور معلمین کی ضرورت ہے۔ ہر شہر ہر گاؤں بلکہ ہر بیت الذکر میں مربی یا معلم ہونا چاہیئے اور پھر مربیان و معلمین کو اپنے تقویٰ کو بڑھانا چاہیئے اور پوری استعدادوں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ جماعت کو تقویٰ پر قائم مربیان و معلمین عطا فرمائے۔

حضور انور نے اعداد و شمار بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے جماعت نے گزشتہ سال کی نسبت دو لاکھ پاؤنڈ زائد قربانی دینے کی سعادت پائی ہے۔ چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار افراد اس میں شامل ہوئے۔ جن میں 51 ہزار نئے شاملین ہیں۔ لیکن ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ ممالک میں امریکہ اول پاکستان دوم اور برطانیہ سوم اور جرمنی چہارم آئے۔ جبکہ پاکستان کی جماعتوں میں بالغان میں لاہور اور بچگان میں کراچی نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔

حضور انور نے فرمایا کہ آج میں وقف جدید کے 49 ویں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ جماعت کے تقویٰ اور مالی قربانی کے معیار کو بلند کرے واقفین زندگی تقویٰ پر قائم ہوں اور ہر شخص اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کا احساس پیدا کرے اور اسی کوشش میں رہے۔ آخر میں حضور انور نے فرمایا کہ خطبہ کیلئے آج دیر سے آنے کی وجہ بجلی کی خرابی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

احباب کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری اور اجازت سے خاکسار احباب جماعت کی خدمت میں ایک اہم تحریک پیش کرنا چاہتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام نے الوصیت میں تحریر فرمایا ہے کہ:

''میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے مطابق حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ نے 27- مئی 1908ء کو حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا جانشین اور خلیفہ چنا اور جماعت احمدیہ نے آپؓ کے ساتھ مکمل فرمانبرداری کا عہد کیا۔ نیز یہ عہد بھی کیا کہ جماعت کیلئے آپ ؓ کا حکم ایسے ہی ہوگا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم تھا۔ چنانچہ جماعت کے اندر خلافت کا قیام ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے زمانہ بزمانہ یہ خلافت مستحکم ہوتی چلی گئی۔ اب 2008ء میں انشاء اللہ خلافت احمدیہ کے قیام پر ایک سو سال پورے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس بیش قیمت انعام اور اس انعام کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر اللہ تعالیٰ کے جو ان گنت افضال اور برکات نازل ہوئی ہیں اور ان گنت ترقیات جو جماعت نے خلافت احمدیہ کے سایہ کے نیچے کی ہیں ان کا شکر جماعت پر واجب ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس شکر کے اظہار کے لئے سن 2008ء میں جماعت خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کو عالمگیر سطح پر منانے کا اہتمام کرے۔ اور اس غرض کے لئے ایک منصوبہ کی منظوری بھی مرحمت فرمائی جو دنیا کی سب جماعتوں کو بھجوایا جا چکا ہے۔

1939ء میں خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی کا اہتمام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور

میں کیا گیا اور آپ کے دور خلافت کے پہلے پچیس سال مکمل ہونے پر اور اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذاری کا عملی ثبوت دینے کیلئے جماعت احمدیہ نے اپنے پیارے امام ہمام اور محبوب آقا کے حضور قریباً 3 لاکھ روپے کی رقم بطور شکرانہ پیش کی اور درخواست کی کہ حضور اسے قبول فرمائیں اور جس رنگ میں پسند فرمائیں اسے استعمال کریں۔

اب خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے موقع پر مناسب ہوگا کہ سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذاری کا عملی ثبوت دیتے ہوئے ہم سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک مناسب رقم بطور شکرانہ اس درخواست کے ساتھ پیش کریں کہ یہ جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور شکر کا اظہار ہے۔ حضور جس رنگ میں پسند فرمائیں اسے استعمال کریں۔

مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی نے تجویز کیا ہے کہ اس شکرانہ کی رقم کم از کم دس لاکھ پاؤنڈ سٹرلنگ ہو۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے خاکسار جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں یہ تحریک پیش کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ جسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت کی عظیم الشان نعمت کا بھرپور احساس ہے۔ اور اس محبت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جو اسے خلافت احمدیہ سے ہے اس تحریک پر لبیک کہے گی۔ احباب جماعت انفرادی حیثیت میں بھی اور جماعتی طور پر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مختلف ممالک کے جو نمائندگان یہاں تشریف رکھتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ واپس جا کر اپنے اپنے ممالک میں اس امر کی تحریک کریں۔

والسلام

خاکسار

[دستخط]

صدر مرکزی کمیٹی

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء

27.12.05 بمقام قادیان